



## حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۳۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم الشان عمارت کی مہمت دارالعلوم عزیزہ بھیرہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - پتیم خانہ - دارالمبلغین مالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کیلئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لینے اور جماعت کے معاون بننے ثواب دارین حاصل فرمائیں -

افتخار احمد بگوی کان اللہ

(امیر حزب الانصار بھیرہ پنجاب)

بیا کلاہ دینت نانا الحیظ اور صاحب گوی نور اللہ مرقہ

عزت دائرہ

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب گوی مہر حزب الانصار بھیرہ

مدیر مسئول  
علامہ حسین

مدرسہ اسلامیہ

عزم ہے -  
حاضرین ہے -  
حلب ہے -



*[Faint handwritten notes at the bottom of the page]*

(1922-23-24-25-26-27-28-29-30-31-32-33-34-35-36-37-38-39-40-41-42-43-44-45-46-47-48-49-50-51-52-53-54-55-56-57-58-59-60-61-62-63-64-65-66-67-68-69-70-71-72-73-74-75-76-77-78-79-80-81-82-83-84-85-86-87-88-89-90-91-92-93-94-95-96-97-98-99-100)

Handwritten text in Arabic script, likely a manuscript page from the Cairo Geniza.

$\frac{1}{2} \log \frac{1}{2} = -\frac{1}{2} \log 2 = -\frac{1}{2} \times 0.3010 = -0.1505$

1875





## ماہنامہ

# شمس الاسلام

اس کا ادارہ

سید سیاح الدین کا کاخیل  
سید نذیر الحق میسر ٹھی

زیر سالانہ

عوام سے .....  
معاونین سے .....  
طلبہ سے .....  
فی کاپی .....  
۴

۱ بزم انصار ..... ادارہ

۲ تعلیمات اسلامی ..... ادارہ

۳ کاروان حجاز .... مولانا فضل کریم گوندل

۴ ہماری ناک ..... ادارہ

۵ کمیونزم مذہب و دوس ..... ادارہ

۶ حقوق والدین .... مولانا محمد فاضل صابو کوٹ

۷ باب التقریظ والانشاد ..... ادارہ

۸ ابن سابط .... منظور الحسن صاحب ڈار

۹ محمد حاضری کے چھ فتنے ..... ادارہ

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، شانی برقی پریس سرگودھا سے چھپ کر بھیرہ پاکستان سے شائع ہوتا

# بزم انصار

کوائف کارکردگی حزب الانصار - جامع مسجد بھیرہ

## دارالعلوم عزیزیہ کے داخلہ کے متعلق

اخبارات میں اعلان کرایا جا چکا تھا۔ کہ عید الفطر کے بعد چھ شوال المبارک کو دارالعلوم عزیزیہ کا داخلہ کھلے گا۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے مذکورہ بالا تاریخ سے دارالعلوم عزیزیہ کا افتتاح ہو چکا ہے۔ طلبہ کی آمد کا سلسلہ لگا رہا تھا۔ انکی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعلیمی افتتاح پندرہ شوال المکرم بروز پیر کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث کی دعائے خیر سے بخاری شریف کی بسم اللہ شروع ہوئی۔ بحمد اللہ تعالیٰ کریا سے لیکر بخاری شریف تک اکثر کتابوں کا سلسلہ درس تدریس قائم ہے۔ قارئین شمس الاسلام سے درخواست ہے۔ بارگاہ ربوبیت میں دست بدعا رہوں۔ کہ اللہ کریم دارالعلوم عزیزیہ کو قائم و دائم رکھے۔ اور اس میں پھر غزالی و رازی پیدا کرے۔ آمین ثم آمین۔

## قابل قدر اضافہ

کثرت اسباق کی وجہ سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ مزید ایک مدرسہ کا اضافہ کیا جائے۔ تو اس سال مولانا شمس الدین صاحب کھیل پوری کا علم میں اضافہ کیا گیا۔ آپ دارالعلوم عزیزیہ میں مسند تدریس کو زینت بخش رہے ہیں۔

## اسلامی پیغام

فروغ دو۔ اپنی اولاد کو دینی تعلیم پڑھاؤ۔ اپنے گاؤں میں بخاری رسالہ شمس الاسلام بھیرہ جاری کراؤ۔ مرزائی و عیسائی مبلغوں کے زہریلے پراسکیڈے کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ ضرورت ہو تو مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ سے مبلغین منگوا کر جلسے کراؤ۔ صرف ایک کاڈ لکھنے پر جلسہ منعقد ہو سکتا ہے۔ غریب ادارہ یتیم گھر جہاں ملیں۔ انہیں دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ میں بھیج کر زیورِ علم سے آراستہ کراؤ۔

(باقی بر صفحہ ۳)

## سرخ نشان ○

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئینہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی۔ آر سال ہوگا۔ جس کے

زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را وی۔ پی۔ واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں خط و کتابت کرتے و خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں \* (غلام حسین منیجر)

# تعلیمات اسلامی

(ادارہ)

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ ط

## قربانی کے احکام و مسائل

ہزاروں سال پہلے انہی ایام کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے تھے۔ اور اپنے جگر گوشہ کو امر الہی کی بناء پر ذبح کے لئے پیش کر کے اس مشکل ترین امتحان میں کامیاب ہوئے تھے۔ دنیا کی اس عظیم المرتبت ہستیوں اور خداوند تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کی اس منظرِ قربانی کی یادگار ملت ابراہیمی کے متبعین مسلمانوں پر ہر سال انہی ایام میں جانور کی قربانی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے خون بہا کر قلبی تقویٰ کے ثبوت پیش کر نیکی صورت میں واجب کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ حَبِيبَةٍ ۚ الْأَنْعَامِ ۖ فَالْهَكُمُ إِلَهُ ۚ وَاجِدُوا فَلَئِنْ أَسْلِمُوا وَلَشِرَّ الْخَائِبِينَ ۝ (ترجمہ) ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں۔ جو اُس نے انکو عطا فرمایا تھا۔ (پس اسل مقصود یہ نام لینا تھا) سو تمہارا معبود حقیقی ایک ہی خدا ہے۔ تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو۔ اور دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ (ایسے احکام الہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی)

فوشخبری سنادیں۔ اور فرمایا گیا ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا لَهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۚ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وَجِيتُ جُنُوبَهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَائِلَ وَالْمُعْتَرَّ ۖ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَا لَكُمُ الْكَلْبَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (ترجمہ) قربانی کے اونٹ اور گائے کو دو اور اسی طرح بھیر بکری وغیرہ کو بھی، ہم نے اللہ کے دین، کی یادگار بنایا ہے۔ ان جانوروں میں تمہارے فائدے ہیں۔ سو تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام بیا کرو۔ پس جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں (ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی محتاج کو بھی کھانیکو دو۔ ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم اس تسخیر پر اللہ تعالیٰ کا، شکر کرو۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ لَنْ يَنَالِ اللَّهُ لَحُومَهَا وَلَآ دِمَآئُهَا ۚ وَكَانَ مَنَاسِكُهَا ۚ لَكِنْ يَنَالُ النُّفُوسَ مِنْكُمْ ۚ لَكُنْ لَّكَ سَجَرَةٌ ۖ لَكُمْ لَتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۚ وَلَشِرَّ الْخَائِبِينَ ۝ (ترجمہ) یعنی (کچھویہ تو ظاہر بات ہے) کہ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون۔ لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا۔ تاکہ تم (اللہ کی راہ میں انکو قربان

کر کے، اس بات پر اللہ کی بڑائی (دیان) کو دکھانے کے لئے تمکو اسی طرح قربانی کرنیکی، توفیق دی۔ اور ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اخلاص والو کو خوشخبری سنا دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔  
 وَمَنْ يُضِلِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَشْوِيعِ النَّفْلِ  
 (رجوع)۔ جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں (یعنی قربانی کے جانوروں کے متعلق احکام) کا پورا لحاظ رکھیگا۔ تو ان کا یہ لحاظ رکھنا دل کے ساتھ دین سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات مینا سے کے بعد احادیث دیکھئے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی کے دونوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ان دونوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت بخر نزع کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ پس اسے لوگوں کو خوب خوشی سے دل کھول کر قربانی کیا کر۔ (ترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رہنے دریافت فرمایا۔ کہ قربانی کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا سَلِّتْهُ أَبْنَاكُمْ اِبْرَاهِيمَ تمہارے سب کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک طریقہ ہے۔ (جو اللہ تعالیٰ کو پسند پڑا)۔ اور وہو بھی اسکی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اَنْ اَسْبَحَ مَلَّةً اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ ہم کو اس قربانی کرنے میں کتنا ثواب ملے گا۔ فرمایا کہ قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر ہر

بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جائیگی۔ (احمد وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۹) ان آیات واحادیث کو دیکھنے کے بعد بھی کسی کم بخت کو قربانی کی اہمیت و وجوب سے انکار ہو سکتا ہے۔ اور وہ کس طرح مسلمان ہوگا جو اس معاملہ میں سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا ہو۔ بڑی دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی پر قربانی کرنا واجب نہ بھی ہو۔ تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے حصول اور ملت ابراہیمی کی ایک عظیم الشان یادگار کے خیال سے قربانی کر دینا چاہئے۔ کہ جب یہ دن چلے جائیں گے تو پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مالدار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے۔ جو رشتہ دار مرگئے ہیں۔ جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی کرے اور انکی روح کو ثواب پہنچائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلفاء راشدین اور آپ کی بیٹیوں اور صاحبزادیوں کی طرف سے ائمہ کرام یا اپنے پیروغیرہ کی طرف سے کر دے۔ اور یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کر دے کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ جس پر قربانی واجب ہے۔ اور اس نے نہ کی۔ اس سے بڑھ کر نصیب اور کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس نیک کام کے کرنے اور ثواب کے حصول کی توفیق اور صدق نیت اور اخلاص و تقویٰ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز عید الاضحیٰ

(۱) بقر عید کی نماز بھی مثل

## قربانی کس پر واجب ہے

جس پر صدقہ فطر واجب ہے

اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے۔ اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت کچھ ثواب پائے گا۔

**مسئلہ ۱۔** مسافر پر جو پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے ارادہ پر کہیں ٹھہرا ہوا ہو قربانی کرنا واجب نہیں۔ **مسئلہ ۲۔** قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں۔ نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگی۔ لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے۔ اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔ (ہدایہ ص ۳۸۸)

**مسئلہ ۳۔** کسی پر قربانی واجب نہیں تھی۔ لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا۔ اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی۔ (در مختار ص ۲۳۲)

## قربانی کے جانور

**مسئلہ ۱۔** بکری۔ بچا۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔ **مسئلہ ۲۔** بچا۔ بکری۔ سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال بھر کی ہو تب درست ہے۔

اور گائے بھینس دو برس سے کم کی نہیں۔ پورے دو برس ہو چکیں تب درست ہے۔ اور اونٹ پانچ برس سے

نماز عید الفطر کے واجب ہے۔ اور ترکیب اس نماز کی یہی ہے جو نماز عید الفطر کی۔ یعنی بعد تکبیر اولیٰ وثنا اللہ اکبر کتنے ہوئے تین بار تسبیح ۴۰ کریں۔ یعنی کافوں تک ہاتھ اٹھائیں۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑے جائیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر امام فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورۃ رفع یدین کے ساتھ تین بار تکبیر کہیں۔ اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں۔ اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے۔ اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے۔ تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں مضرت نہ ہو۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ جس میں قربانی اور تکبیرات تشریق وغیرہ کے احکام بتلائے۔ اس نماز کیلئے بھی باہر عید گاہ میں جانا سنت مومکہ ہے۔ راستے میں پکار کر تکبیر پڑھتا رہے۔ اور دوسرے راستے سے واپس ہو۔ تاکہ دونوں راستے گواہی دیں (۲) بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں۔ اگرچہ حرام بھی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔ (۳) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد وکیلے جہر اگستا واجب ہے۔ امام اور مقتدی اور منفرد عورت و مرد سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں **اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ**۔ نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک (یہ مسلک صاحبین رحمہما اللہ کا ہے۔ شامی و بخر نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے)

## مسائل قربانی

**مسئلہ ۷۔** جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں۔ یا سینگ توڑے۔ لیکن ٹوٹ گئے۔ تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو درست نہیں۔

**مسئلہ ۸۔** خصی بکرے اور بیٹھے کی اور خارش جانور کی بھی درست ہے۔ البتہ اگر خارش کی وجہ سے لاغر ہو گیا تو درست نہ ہوگی۔

**مسئلہ ۹۔** اگر جانور قربانی کیلئے خرید یا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی جو سپر قربانی واجب نہیں۔ تو اس کے واسطے وہی جانور درست ہے۔ (در مختار ص ۲۳۳)

**مسئلہ ۱۰۔** اگر کوئی جانور کا بھن ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ پھر اگر بچہ بھی زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے (شامی)

**مسئلہ ۱۱۔** گائے بھینس۔ اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

اور سب کی نیت قربانی کرنیکی یا عقیقہ کی ہو۔ صرف گوشت کھانچکی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ نہ اس کی جس کا کہ پورا حصہ ہے۔ نہ اس کی جس کا ساتویں سے کم ہے۔ (عالمگیری)

**مسئلہ ۱۲۔** اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم

شریک ہوئے مثلاً پانچ یا چھ اور سب لوگ برابر کے شریک ہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہوگئی۔ اور اگر آٹھ شریک ہو گئے تو کسی کا درست نہیں (عالمگیری ص ۲۹۵)

کم کا نہیں۔ اور ذنبہ یا بیڑ اگر موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اور سال بھر والے بیڑ دنبوں میں اگر چھوٹ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ مہینے کے ذنبہ اور بیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہئے۔

**مسئلہ ۱۳۔** جو جانور اندھا ہو یا کان ہو یا آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو۔ یا تہائی دم یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ ۱۴۔** جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے۔ چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا۔ یا چونٹھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا۔ اس کی بھی قربانی درست نہیں۔ ..... اور اگر چلتی ہو وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے۔ لیکن لنگڑا کر کے چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی ج ۵ ص ۲۸۲)

**مسئلہ ۱۵۔** اتنا دبلا بالکل مرل جانور جسکی ہڈیوں میں بالکل گودانہ نہ ہو۔ اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر اتنا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ ہرج نہیں قربانی ہو سکتی ہے۔ لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی بہتر ہے۔ (عالمگیری ص ۲۹۵)

**مسئلہ ۱۶۔** جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں۔ اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر کچھ گر گئے۔ لیکن زیادہ باقی ہیں تو درست ہے۔

**مسئلہ ۱۷۔** جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں وہ بھی درست نہیں۔ اور اگر ہیں لیکن بالکل چھوٹے چھوٹے تو درست ہے۔ (در مختار)



مسئلہ ۱۱۔ قربانی کیلئے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اسکو بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے اور شرکت سے قربانی کو کٹا اسکے بعد کچھ لوگ شامل ہوئے تو درست ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اسکی نیت شریک کرنیکی نہ تھی۔ تو اس میں کسی کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا۔ تو جس نے شریک کیا ہے اگر وہ امیر ہے کہ اسیر قربانی واجب ہے۔ تو یہ شرکت درست۔ اور اگر غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو درست نہیں دعا لکیری (صفحہ ۳۲)

مسئلہ ۱۲۔ اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا۔ اسلئے دوسرا خریدا۔ پھر وہ پہلا مل گیا۔ اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اسپر واجب ہے۔ اور اگر غریب ہے تو دونوں کی واجب ہوگی۔ (ہدایہ صفحہ ۳۲)

## قربانی کا وقت

مسئلہ ۱۔ بقر عید کی ۱۰ تاریخ سے لیکر ۱۲ تاریخ کی شام دغروب آفتاب سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے۔ پہلا دن افضل ہے۔ پھر ۱۱۔ پھر ۱۲ تاریخ۔

مسئلہ ۲۔ بقر عید کی نماز سے پہلے شہر والوں کیلئے قربانی درست نہیں۔ جب نماز ہو جائے تب کرے۔ اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جب نماز کا وقت گزر جائے۔ یعنی بعد از زوال۔ اس وقت بھی درست ہے۔

البتہ اگر کوئی کسی دیہات گاؤں میں رہتا ہو تو وہ دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونیکے بعد بھی قربانی کر سکتا۔ مسئلہ ۳۔ اگر شہر کا رہنے والا قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے۔ تو اسکی قربانی نماز سے پہلے ہی درست ہے۔

مسئلہ ۴۔ دسویں گیارہویں تاریخ سفر میں تھا۔ پھر بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے گھر پہنچا۔ یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی۔ تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا ہے۔ یا پہلے مال نہ تھا۔ ۱۳ کی شام سے قبل مالدار ہو گیا۔ تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۵۔ اپنی قربانی خود ذبح کرے تو بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے سے ذبح کرائے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ اگر خود نہ جا سکا۔ دوسرے سے کرایا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۶۔ کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے۔ اور اس نے قربانی نہیں کی۔ تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کرے۔ اور بکری اگر خرید لی تھی تو بعینہ وہی خیرات کرے۔

مسئلہ ۷۔ قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن یاد ہو تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔

جب قربانی کو قبلہ رخ ٹٹا دے تو یہ دعا پڑھے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلٰوَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحِیَاۤیِیَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف کم گوشت کے ساتھ کھال لگا دئے جائیں تو پھر اندازہ سے بھی تقسیم درست ہے۔ اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہوں اور سب تقسیم نہیں کرتے بلکہ یک جا ہی فقراء کو تقسیم کرتے یا کھلانا چاہتے ہیں۔ تو یہ بھی جائز ہے۔

## طلبہ علوم و دینیہ

قربانی کے چٹروں اور اس کی قیمت کے بہتر مصرف ہیں۔ کہ اس میں دو ہزار تو اب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت علم دین کا۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے۔  
الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ عَلَى ذِي الرَّحْمِ اثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ  
طالبان علم دین ہی کی مدارات اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تاکید فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں۔ اور اطراف عالم سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

اب دیکھنا ہے کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کیسے کرتے ہیں \*

لَا شَرِيكَ لَكَ وَبَدَأَ لَكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ  
اور فوج کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ لَكَ تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَالسَّلَامُ۔

## منفرد احکام

(۱) قربانی کا گوشت آپ کھاوے۔ رشتہ داروں کو دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کر دے۔ بہتر ہے کہ تنہائی حصہ غربا و مساکین کو دے۔ تنہائی دوستوں کو اور تنہائی اپنے اہل و عیال کو۔ لیکن جس شخص کا کنبہ زیادہ ہو۔ اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔ (۲) قربانی کی رشی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔ (۳) قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے یا بیچ کر اسکی قیمت ایسے لوگوں کو صدقہ دے جن کو مال زکوٰۃ میں سے دینا درست ہے۔ فروخت کئے بغیر خود اس کھال کو اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے۔ یعنی اس سے ڈول وغیرہ بنا سکتا ہے۔ اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ کھال یا اسکی قیمت کسی کو بھی اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے۔ قصاب کی اُجرت اپنے پال سے الگ دیوے۔ کھال یا اسکی قیمت یا گوشت۔ چربی وغیرہ اسمیں دینا جائز نہیں۔ (۴) قربانی کا گوشت وزن سے پورا پورا تول کر تقسیم کیا جاوے۔ اندازہ سے

# کاروان حجاز

(مُحْتَوِّمُ مَوْلَانَا الْحَاجِّ فَضْلِ كَرِيمِ صَاغُونَدَلِ)

میری جبین نیاز ہو	ریگ روان حجاز ہو
اک دل میں سوز و گداز ہو	نے را حلد ہونہ ساز ہو
چشم بصیرت باز ہو	شوق حرم ہمزاد ہو
محمود ہو کہ ایاز ہو	غیروں سے دیدہ فرزند ہو
بے کفش ہم تگ و تاز ہو	وہ کاروان حجاز ہو
سورج شہر انداز ہو	راہ نشیب و فراز ہو
جب چشم آبلہ باز ہو	پاؤں میں سوز و گداز ہو
جیسے فضا میں باز ہو	قدموں میں وہ پرواز ہو
کعبہ میں میری نماز ہو	دل میں فقط یہی آواز ہو
دیدار بے انداز ہو !!!	احسان کاواں در باز ہو
کعبہ سے جلوہ غراز ہو	دلبر بہ غمخیزہ و ناز ہو

واں کرم بندہ نواز ہو

حافظ سے معجز و نیاز ہو

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ہماری ناک

(ادارہ)

تمام معاملات و مسائل میں سادگی، کفایت شکاری عاقبت اندیشی اور تہذیب و شائستگی کی تعلیم دی تھی۔ مگر مسلمانوں نے اُس تعلیم کو بالائے طاق رکھ کر فیشن پرستی، ریاکاری، نام و نمود اور شہرت و ناموری کی بدولت قرض و سود اور افلاس و ناداری کو اپنا طغرائے امتیاز بنایا۔ اور اقتصادی اعتبار سے دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

اس فیشن پرستی اور ناک کے خبط میں ہمارے مسٹر، مولانا، عالم، جاہل، شہری، دیہاتی اور چھوٹے بڑے سب کے سب بہت بری طرح مبتلا ہیں جھوٹی شہرت، بیہودہ عزت اور لالچنی آن بان کے لئے زیور اور زمین سب چیزوں کو بھیڑٹ چڑھا دینے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

باپ کا انتقال ہوا اور ہمیں ناک کی پڑی۔ بیٹے کا بیاہ رچایا اور ناک کی سو جھی، عید بقر عید آتی اور ناک کا خبط سوار ہوا۔ اسی طرح ہر شادی اور غنی کے موقع پر ہمارے سامنے ناک آکھڑی ہوتی ہے۔ اور آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال دیتی ہے قرض لینا پڑے پرواہ نہیں، مکان بک جائے بلاے، زیور گر و پڑ جائے پیراز سے مگر کسی طرح ناک رہ جائے۔ برادری میں ناک کٹی نہ ہو جائے۔ یار دوستوں کی واہ واہ ہاتھ سے نہ جانے پاسے۔ ناک نہ ہوئی وبال جان

اس عجیب و غریب عنوان کو دیکھ کر قارئین کرام متعجب و حیران ہونگے کہ ”ہماری ناک“ کا کیا مطلب ہے؟ اور اسکو کیوں طغرائے امتیاز بنایا گیا؟ سو پہلے تو یہ جان اور سمجھ لیجئے۔ کہ ہمارا روئے سخن اس ”ناک“ کی طرف نہیں ہو تمام انسانوں کے منہ پر ہوتی ہے۔ اور سونچنے کا کام دیتی ہے۔ بلکہ یہاں ناک سے مراد ایک مدہوم اور ادعائی ناک ہے جس کا خارج میں کہیں بھی وجود نہیں۔ مگر ہے ناک ہی۔ اور اصل ناک سے زیادہ نیکی، نیکی، سوتوان اور نازک۔ یہ ناک بڑی ظالم ہوتی ہے۔ اور بجائے چہرہ کے اُن قوموں کے ذہن میں ہوتی ہے جو فکر و ذہن کی تمام جولانیاں اور علم و عمل کی تمام خوبیاں کھو کر نسل و نسب اور ذات و برادری کے بتوں کے سامنے سرخم کر دیتی ہیں۔ اور نام و نمود کو اپنی زندگی کا مقصد و جید بنا لیتی ہیں۔

جاہل، بے دماغ، کورہ مغز، نالائق، بیہودہ اور عاقبت نا اندیش لوگ برادری میں اپنی ناک رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ اور اس ناک کی بدولت اپنی ”آن“ جانے دینے کے خبط میں تنہا ہی اور افلاس کے گرھے میں جا گرتے ہیں۔ اس ناک اور آن کے خبط نے مسلمانوں میں پیدا ہو کر سینکڑوں خاندان اور گھرانے تباہ و برباد کر دیئے۔ اسلام نے زندگی کے

ہو گئی۔ مگر قربان جائے مسلمانوں کی بدستی اور کوتاہ نظری کے کہ ناک کے آگے کچھ سوچتا ہی نہیں۔

خدا جانے یہ ناک کس بلا کا نام ہے۔ دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ شادی کا موقع ہو یا غمی کا اور مالی استطاعت ساتھ دے یا نہ دے مگر ناک ضرور رہ جائے۔ قرض لیں، بلیک مارکیٹ کریں، جھوٹے لوہے چوری کریں، ڈاکہ ماریں، دغا کریں، فریب کریں جس طرح بن پڑے روپیہ حاصل کریں۔ گھر بھوک تماشہ دیکھیں لیکن ترک فضولیات، ترک رسومات اور ترک تصنع کے خیال کو اپنے نزدیک نہ آنے دیں۔ ہم ایسے غافل و مدہوش ہیں کہ خدا و رسول کے احکام کی دن و رات خلاف ورزی کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور نکوۃ کی پابندی کا مطلق خیال نہیں کرتے، بی علم و ہنر، تہذیب و ترقی، عقل و حکمت اور اصلاح و تنظیم کے نزدیک بھی نہیں پہنکتے۔ دین و اخلاق کو پیر کاٹ کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ مگر اس سے ہمارے فخر و ناز، ہمارے مذہب، ہماری تہذیب، ہماری عزت اور ہماری وجاہت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ کوئی بے عزتی اور بدنامی نہیں ہوتی۔ اور اس سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔ مگر جوں ہی سادگی، کفایت شکاری، پابندی شریعت اور فضول و مہل رسموں کے چھوڑنے کا نام آیا اور ناک کٹی۔ دونوں جہان سے گئے۔ بدنامی ہوئی اور ساری زندگی کا مزہ کیر کیرا ہوا۔

بیہودہ رسموں، فضول اخراجات اور جھوٹی شہرت و عزت نے ہماری اقتصادی حالت کو تباہ کر دیا۔ ہمیں دنیا کی تمام قوموں کی نگاہوں میں ذلیل کر دیا۔ ہماری قومی عزت و غیرت خاک میں

مل گئی۔ اور ہم نے اپنے اسلاف کے تمام کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ لیکن ہم ابھی تک فیشن پرستی۔ نیک کٹی کے خیال اور فضول رسموں سے باز نہیں آتے۔ سادگی اور کفایت شکاری کو اختیار نہیں کرتے۔ اور اپنی زندگی کے دامن سے بے نفی، انا لائق، بیہودگی، عاقبت نا اندیشی اور افلاس کے داغ دھبے نہیں دھوتے۔

کتنے احمق و نادان ہیں وہ مسلمان جو اپنی نیک کٹی کے خیال سے گھر بھونک کر تماشہ دیکھتے اور اقتصادی بد حالی کو دعوت دیتے ہیں۔ ان احمقوں کو کون سمجھائے کہ تمہیں جس ناک کے رکھنے کا خیال ہے، وہ ہے کہاں۔ وہ تقسیم ہند کے بعد مشرقی پنجاب میں کٹ چکی۔ کاش ایسے فیشن زدہ اور رواج پسند مسلمان ہوش میں آئیں۔ جھوٹوں میں رہ کر محلوں کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ چادر کے مطابق پیر پیدائیں۔ اور عقل و منیر سے کام لیں۔ مسلمانان پاکستان کو سمجھ لینا اور یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقی عزت تو اللہ و رسول کے پاس ہے۔ سچی کامیابی و ترقی، سچائی، دینداری، نیک عملی عاقبت بینی، اخلاقی برتری، سادگی اور کفایت شکاری سے ملتی ہے۔ جو ان اوصاف سے محروم ہے وہ اگر لاکھوں اور کروڑوں روپے بھی فیشن پرستی، رواج پرستی اور جھوٹی عزت و شہرت کے لئے برباد کرے اس کی ناک کٹ کر رہیگی۔ اور وہ دنیا میں لازمی طور پر ذلیل و خوار ہو کر رہیگا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کیونزم، مذہب اور روس

(اداسلا)

کتنے ہی نیک نیت اور ہمدرد انسانیت کیوں نہوں  
 لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ اُن کا یہ طرز فکر اشتراکیت  
 کے بھی خلاف ہے۔ اور اسلام کیلئے بھی حد  
 درجہ نقصان رساں۔ اسکے مننے تو یہ ہوئے کہ  
 نہ اشتراکیت بجائے خود ایک مکمل نظام زندگی  
 ہے اور نہ اسلام ایک جہانی نظریہ اور حقیقت ثابتہ  
 بلکہ دونوں نامکمل۔ اور ایک ایسی رٹیں جنکو  
 کیسے جان کر ہر قدر قدامت پر راست کیا جاسکتا  
 ہے۔ درحقیقت ایسے ارباب فکر و دانش نے

نہ اشتراکیت کی حقیقت اور مزاج کو سمجھا۔ اور نہ  
 اسلام کی حقیقت و مزاج کو۔ اس فکری خامی کے  
 بغیر ہی انہوں نے داد سخن گتری دینی شروع کر دی۔  
 بہر حال انکا یہ ایک خیال ہے۔ باقی رہا دلائل و  
 براہین کا معاملہ سو اس سے وہ تہی دامن ہیں۔  
 اسپر وہ مطعون کئے جانے کے مستحق نہیں۔

بلکہ علمی وقار و متانت کے ساتھ انکو اسلام کے  
 نزدیک لانے اور ٹھوس و سنجیدہ کاوش کی ضرورت ہے۔

باقی رہے وہ حضرات جو اسلام کو ایک مکمل نظام  
 حیات اور زندگی کے تمام مسائل کا واحد حل قرار  
 دے رہے ہیں۔ وہ ایک حقیقت ثابتہ و باہرہ کا  
 اعلان کر رہے ہیں۔ درحقیقت اسلام ہی بنی نوع انسان

آجکل آفاق۔ لاہور میں کمیونزم، مذہب اور  
 روس موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اس بحث کا آغاز  
 شریف کنجاہی صاحب کے ایک مضمون سے ہوا۔  
 بحث کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ عہد حاضر کی اقتصادی  
 بد حالی کا صحیح حل اور معاشی انقلاب کا صحیح نظریہ  
 اشتراکیت ہے۔ یا اسلام؟ نیک نیت مگر سادہ لوح  
 سطحی النظر اور اسلام دوست اشتراکیوں کا کہنا ہے  
 کہ اگر مظلوم و مقہور انسان اپنی اقتصادی بد حالی  
 کو دور کرنا اور معاشی امن و سکون حاصل کرنا چاہتے  
 ہیں تو بجالات موجودہ اُنکے لئے صحیح طریقہ کار یہی ہے  
 کہ وہ مارکس کی تعلیمات میں کچھ کانٹ چھانٹ کر کے  
 اشتراکی پروگرام کو اختیار کر لیں۔ انسانی زندگی کے باقی  
 مسائل کا حل تو بیشک اسلام کے بتائے ہوئے  
 طریقہ کے مطابق کر لیا جائے مگر اقتصادی بد حالی  
 کا حل مارکس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق  
 کیا جائے۔ یعنی

”باغیاں بھی خوش رہے راضی رہے میاں بھی۔“  
 یہ کفر و اسلام اور دینداری و بے دینی کا ایسا حین  
 و جمیل تخیل اور اجتماع ضدین کا ایسا شاہکار ہے جو  
 جو اس زمانہ کی بیزار ذہنیاتوں، سقیم عقلوں اور کرم  
 خوردہ دماغوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ ایسے لوگ خواہ

کے تمام دکھوں کا علاج ہے۔ دنیا میں آج جتنے بھی مشہور و مقبول نظامائے زندگی اور ترقی یافتہ نظریے چل رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نظام کو سچی و صحیح آزادی، مساوات اور اداری جہت اور معاشی و معاشرتی انصاف نہیں دے سکتا۔ کوئی نظام بھی دنیا میں امن نہیں پیدا کر سکتا۔ بلکہ یہ انسانوں کے گھڑے ہوئے نظام اور فلسفے ہی ہیں جو دنیا میں ظلم و فساد پھیلا رہے ہیں۔ اور انسانوں کو تباہی و بربادی کی طرف لیجا رہے ہیں۔

دنیا بھر کے ملحد و بے دین اور مادہ پرست بھی مل کر اس روشن حقیقت کو نہیں جھٹھا سکتے۔ انکے پاس بجز دھوکہ، فریب اور طفل تسلیوں کے اور کچھ نہیں۔ بے دینی اور مادہ پرستی ایک منٹ بھی دین و اخلاق کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی۔ مذہب و اخلاق کی پابندی اور وحی الہی کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر فلاح انسانی اور قیام امن کے خواب دیکھنا اعلیٰ درجہ کی حماقت و نادانی ہے۔ اور ہر مسلمان کا یہ ایمان و اعتقاد اور اعلان و اقرار ہونا چاہئے کہ اسلام کے اصول فطری اٹل اور عالم گیر ہیں۔ زندگی کے تمام مسائل کا حل تمام بنی نوع انسان کیلئے قیام تک کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن عقل انسانی ہار جھک مار کر اسلامی اصولوں ہی کی طرف آئے گی۔

لیکن اگر ہمارے علما اور مفکرین اسلام کا ایمان و اعتقاد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اور وہ دنیا کی نجات اسلام ہی میں سمجھتے ہیں۔ تو کیا وہ بنیادی طور پر یہ سوچنے کی طرف مائل ہونگے کہ اسکی کیا وجہ کہ صدیوں سے

دنیا والوں کو یہ وعظ سنایا جا رہا ہے۔ اور یہ بلند بانگ دعوے کئے جا رہے ہیں۔ لیکن خود مسلمان اور دوسری قومیں اسلام کی طرف نہیں آتیں۔ مسلسل تاریخی تباہیوں اور بربادیوں کے باوجود تباہ حال انسانیت پیغمبرانہ شاہ راہ سے دور ہی ہوتی جا رہی ہے۔ اور دنیا میں اشتراکیت و جمہوریت ہی کا دور دورہ ہے؟ اسلام کا تصور زندگی اور مکمل نظام جیسا اتنا پرکشش اور جاذب توجہ کیوں نہ رہا جتنا قرون ثلثہ میں تھا؟ امریکن سرمایہ داری اور روسی اشتراکیت میں وہ کونسی خوبی اور کمال ہے کہ کمزور و در ماندہ اقوام کے ساتھ خود مسلمان بھی پروانوں کی طرح سرمایہ داری و اشتراکیت پر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں؟

دوسری مادہ پرست قوموں کے پاس تو وحی الہی کی ہدایت و روشنی ہی نہیں۔ وہ سرے سے خدا ہی کے منکر ہیں۔ وہ اگر فلسفہ افادیت کے نتیجہ میں زر پرستی، فیشن پرستی اور پیٹ پرستی کا شکار ہیں تو جہنم میں جائیں۔ مگر یہ مسلمانوں کو کیا ہوا کہ وہ بھی وحی الہی کی ہدایت و روشنی رکھتے ہوئے بھی مذہب سے دور، اخلاق سے نفور، خدا سے بے نیاز اور روحانی و اخلاقی قدروں سے محروم ہیں۔ وہ بھی دنیا کی دوسری قوموں کی طرح دولت و عیش کے دیوتا کی عملی عبادت کر رہے ہیں۔ اور مادیت کے جال میں پھنس کر اپنے اشرف و بلند مقام سے گر گئے ہیں۔

جب خود مسلمان ہی اسلام کو پورے طور پر قبول کر کے دنیا والوں کے سامنے خدا پرستی، فرض شناسی، انسانیت نوازی اور نیک کرداری کا کوئی

انقلاب انگیز نمونہ نہیں پیش کرتے تو مادہ پرست قوموں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اسلام قبول کر کے خدا کے سامنے سر جھکا دیں، اخلاقی پابندی اپنے اوپر عائد کر لیں، روحانی طاقت کے قائل ہو جائیں۔ اور الہامی دہمیری کی ضرورت و اہمیت کے قائل ہو جائیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمان مادی ترقی، معاشی خوشحالی اور جسمانی آسائش و آسودگی کے مالک کیوں نہیں؟ یہ چیزیں تو کافروں ہی کو زیب دیتی ہیں۔ مومنوں کو ان کی مطلوب۔ چلو یونہی سہی۔ مگر ہمارے علماء اور منکرین اسلام یہ تو بتلائیں کہ ان روحانی اور اخلاقی قدروں کی زندہ و روشن حقیقت کہاں ہے جسکی طرف مادہ پرست اقوام کو بلایا جا رہا ہے۔

اگر ہمارے پیشوایان دین اور ارباب فکر و اندازہ براہ مانیں تو ہمیں عرض کرنے دیجئے کہ ان تمام سوالوں کا جواب اور ناکامیوں کا سبب صرف ایک ہے۔ کہ ہم مسلمانوں میں مذہب کا صرف جسم رہ گیا ہے اور اسکی روح غائب ہو گئی ہے۔ ہم نے اپنے جسم و روح دونوں پر مقدس مذہب اسلام کو طاری کر کے دنیا کے سامنے اپنی خدا پرستی و نیک عملی کا وہ نمونہ پیش نہیں کیا جو مادہ پرستی کا حقیقی توڑ ہو سکتا ہے۔ ہمارے تمام دعوے اور اعلانات محض زبانی جمع خرچ ہوتے ہیں۔ ہم نے محض تصنیفی و تقریری سرگرمیوں ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اسپر طرہ یہ کہ ہم اپنی فکری کم مانگی، کوتاہ نظری، غلط فہمی اور عملی کمزوری کو چھپانے کے لئے غیر حقیقی مشکلات کو حقیقی مشکلات سمجھ کر راہ استقامت سے کترا جاتے ہیں۔

ہمارے اہل فکر اور ارباب قیادت و رہنمائی

یہ غلّ تو عرصہ سے مچائے جا رہے ہیں کہ تشنگ، دہریت، مادیت، افادیت، زر پرستی اور عیش پرستی کا طوفان بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ لوگوں کا زانو نگاہ قطعاً مادی اور افادی ہو گیا ہے۔ اور انسان مذہب و اخلاق سے منہ موڑ کر تباہی کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ مگر اس لفظی و غلط تنقید سے آگے نہیں بڑھتے۔ مادی زندگی کے خلاف احتجاج و بغاوت کا اعلان کر کے اپنے راحکدوں میں سو جاتے ہیں۔ یعنی علمبرداران باطل کے مقابلہ میں جس بصیرت و قابلیت، ایمان و اخلاق، ایثار و قربانی، جدوجہد اور صبر و استقامت کی ضرورت ہے۔ اسکا ساری اسلامی دنیا میں کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ زمانے، ماحول اور وقت سے ٹکرانے اور جان بوجھوں میں ڈالنے کا عزم و حوصلہ کسی عظیم شخصیت اور مرد مومن میں نظر نہیں آتا۔ ہمارے مردان حق و صداقت میدان عمل و جہاد میں دوچار قدم چلتے اور سرمایہ داری و اشتراکیت کے پہاڑوں سے ٹکر کر پسا ہو جاتے ہیں۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ سمجھوتہ کر کے پھر اخلاقی وعظ کرنے لگتے ہیں۔

پس ایسی صورت میں جبکہ اسلام کو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے قائم کرنیوالوں اور دین حق کا غلبہ چاہنے والوں میں باطل کے مقابلہ میں ثبات و استقلال ہی نہیں تو الحاد و دہریت کا سیلاب رُکے تو کیسے۔ دین حق غالب ہو تو کیسے۔ اور سرمایہ داری و اشتراکیت سے انسان بیزار ہوں تو کیوں؟ ہمارے علماء ہزار غلّ مچائیں کہ کمیوزم

اسلام کی ضد ہے۔ اشتراک کی خدائے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ نیکی و بدی، سزا و جزا، قافون و ضابطہ اور شرافت و اخلاق کے قائل نہیں۔ اٹکے پاس شکم پرستی، صنعتی آوارگی، بے قید و حدود اور منہ زور خواہشات کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ابن الوقتی، خود غرضی، بے اصولی اور مطلب برآری انکا دین و ایمان ہے۔ اور اشتراکیت دنیا کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے۔ یہ پروپیگنڈہ اپنی جگہ سب سے بڑی حقیقت ہے۔ مگر اشتراکیت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ بلکہ اس سے اس فتنہ کو اور زیادہ تقویت ملیگی۔

اس فتنہ کا صحیح توڑ اسلامی معاشرہ اور اسلام کا سیاسی و اقتصادی نظام ہے۔ گرائسی کو عمل کی دنیا میں نہیں لایا جاتا۔ اسلام کے سیاسی و معاشی نظام کی خوبیاں تو بہت کچھ بیان کی جا رہی ہیں۔ مگر اسکے قیام کیلئے سردھڑکی بازی نہیں لگائی جانی۔ سرمایہ داری اور جاگیرداری کی حمایت کے الزام سے اپنے دامن کو پاک نہیں کیا جاتا۔ غریب محتاج، مفلس اور مفلوک احوال لوگوں کی مصیبت زدہ زندگی کو سرمایہ داری کے آہنی چنگل سے نجات دلانے کیلئے عملاً کچھ نہیں کیا جاتا۔ اسلئے اشتراکیت کا سیلاب بھی رکنے میں نہیں آتا۔

ہمارے علماء اور مفکرین اسلام کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ طاغوتی نظاموں پر تنقید اور اسلام کے محاسن پر محض حقائق و معارف کے دریا بہا دینے سے کچھ نہ بنے گا۔ اگر انکو اسلام پیارا ہے۔ الحاد و بے دینی سے واقعی نفرت ہے۔ وہ مظلوم و مقهور انسانیت کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ اور وہ سچے

دل سے دین حق کا غلبہ چاہتے ہیں۔ تو ان کا مقدم و اہم فرض یہ ہے کہ وہ اپنا فرض منصبی بپنائیں۔ متحدہ و متفقہ طور پر ایک مصالح قیادت کے قیام کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور کتاب و سنت و پیغمبرانہ دعوت و عزیمت کی روشنی میں حسب ذیل امور کا حل تلاش کرنے پر اپنی تمام ذہنی و فکری طاقتیں صرف کر دیں۔

(۱) وہ کونسی داخلی و خارجی مشکلات ہیں۔ جو فی الواقعہ اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں حائل ہیں۔ اور انہوں و بیگانوں کو اسلام کی طرف نہیں لے دیتیں۔

(۲) اسلام صرف انفرادی و اجتماعی اخلاق ہی درست کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ یا اخلاقی اصلاح و درستگی کے ساتھ ساتھ یا سیاسی و معاشی انقلاب بھی چاہتا ہے ؟

(۳) آج جبکہ صنعتی انقلاب نے نظام معاشرت میں بنیادی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ سیاست، مذہب اور اخلاق کے متعلق قدیم نظریات بدل رہے ہیں سائنس، صنعت، فلسفہ، افادیت، مادیت، عقلیت، جمہوریت اور اشتراکیت کا دور دورہ ہر ذر پرستی اور عیش پرستی نے لوگوں کا زاویہ نگاہ قطعاً مادی و افادی بنا دیا ہے۔ مادی ترقی اور معاشی خوشحالی نے انسانوں کو روحانی و اخلاقی ترقی سے غافل کر دیا ہے۔ ایسے زمانہ اور احوال میں اسلام کے تصور زندگی کو جاذب توجہ اور پرکشش کیسے بنایا جاسکتا ہے ؟

(۴) اس دور میں جو مرکز روح و بدن درپیش ہے۔ اسکو سر کرنے کے لئے اسلام روحانی تسکین اور مادی آسائش کا جو تخیل اور فکری و عملی پروگرام پیش کرتا ہے

عملی طاقتوں کے ساتھ کارزار حیات میں آگئے۔  
اُس روز سمجھا جائیگا۔ کہ اب اسلام کے مقابلہ میں  
سرمایہ داری و جاگیر داری کا فریب چل سکتا ہے۔  
اور نہ اشتراکیت کا ڈھونگ باقی رہ سکتا ہے۔ اگر  
اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی بنیادوں  
پر سیاسی و معاشی انقلاب کا پروگرام دنیا کے سامنے  
نہ لائے تو وہ نہ سرمایہ داری کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں  
اور نہ اشتراکیت کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ وَمَا  
عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

وہ کیا ہے ؟  
۵، عمد حاضر کی صلاحیتوں اور طاقتوں کی  
مقابلہ کے لئے جس روحانی توانائی، عرفانی استعداد  
اخلاقی طاقت، معاشی اطمینان اور مادی سازو  
سامان کی ضرورت ہے اس کا معیار، مقدار  
تعیین و انتخاب اور فراہمی کا طریقہ کیا ہے ؟  
اگر ہمارے علماء اور منکرین اسلام ان سوالات  
کا صحیح حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بس  
بڑا پار ہے۔ جس روز وہ پوری فکری صلاحیتوں اور

### (بقیتہ صفحہ ۳۳)

آدمیت گم شد و اقوام ماند  
نیشلزم نوع انسان کے لئے کس قدر خطرناک  
اور نقصان دہ ہے ؟ یہ چیز بالکل عیاں ہے  
اسکی بدولت ایک ملک دوسرے ملک کو ہڑپ کر جانا پنا  
پیدا ہونے لگی ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کو نیت نابود کر دیتی  
کو اپنا فرض گردانتی ہے۔ بڑی بڑی طاقتور حکومتیں چھوٹی چھوٹی  
مکمل طور پر مملکتوں کو دبائے ہوئے ہیں۔ باہمی پیکار اور کشمکش کے دروازے  
کھلے ہوئے ہیں۔ مذہب انسان کی درندگی، سفاکی،  
وحشت، بربریت اور سبکدوشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی  
ہے۔ نیشلزم نے کروڑوں جانیں تلف کیں، لاکھوں بچیوں  
کو راکھ کا ڈھیر بنایا۔ لاکھوں گھر نذر آتش کئے۔ کروڑوں انسانوں  
کو خانہ بدوی بنا دیا۔ لاتعداد عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر کے  
انکی زندگیوں کو تلخ کیا۔ تجارت، پیداوار اور صنعت کو نقصان  
پہنچایا۔ اور دنیا بھر کے انسانوں کو قحط، گرانی، غربت، افلاس  
ناواری اور فلاکت کے تحفے دئے۔

اگر اس کے بعد بھی قومیں قوم اور وطن ہی کو پوجتی رہیں

یہی احمقانہ امتیازات ہیں۔ جو انسانوں میں باہمی  
منافرت، اختلاف، نزاع، تصادم، تعصب  
فوز پرستی اور سفاکی کا موجب ہیں۔ وطن پرستی  
انسانیت کے لئے ایک تخریبی قوت ہے۔  
قومی عصبیت ایک ایسا جنون ہے جس میں  
مبتلا ہو کر انسان اپنی عقل، ضمیر،  
انسانیت اور شرافت سب کچھ کھو بیٹھتا  
ہے۔ اسی کی بدولت متمدن، مذہب  
اور ترقی یافتہ قوموں سے خونخوار بیٹھریوں  
اور دیوانے کتوں جیسی حرکات سرزد ہو  
رہی ہیں۔

آں چناں قطعِ اخوت کردہ اند  
بر وطن تمیز ملت کردہ اند  
تا وطن را شمع محفل ساختند  
نوع انسان را قبائل ساختند  
روح از تن رفت و ہفت اندام ماند

۶، تو لغت ہے انکی تہذیب و سیاست پر، مردود ہے انکی ترقی اور لغو ہیں انکے تمام دعاوی \* (باقی آئندہ)



# حقوق والدین

(محترم ابو النور مولانا محمد فاضل ضاکوہا)

اور ہمیں کھداتے۔ وہ وقت ہمیں قبول گیا۔ اور ہم انکی پروا بھی نہیں کرتے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اُنکے احسانات کے بدلے ہمیں اُن کے حکموں کی تعمیل کرنی چاہئے۔ اور انکی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ کہ والدین کے حکموں کو مانو۔ صرف وہ بات نہ مانو جس میں خدا و رسول کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے۔ باقی سب حکم مانو۔ ان کے سامنے اُف بھی مت کرو۔ ان کو جھڑکو مت۔ انکے ساتھ نرمی سے بات کرو۔ ان پر اپنا روپیہ خرچ کرو۔ بڑھاپے میں تم انکی اسطرح خدمت کرو جسطرح بچپن میں وہ تمہاری خدمت کیا کرتے تھے۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سنو۔ جو حدیثوں میں آتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ (۱) جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(۲) جس نے ماں باپ کو راضی کیا اس نے خدا تعالیٰ کو راضی کر لیا۔ اور جس پر ماں باپ ناراض ہوئے اُس پر خدا بھی ناراض ہوگا۔ (۳) ماں باپ بوڑھے ہوں۔ اور انکی حفاظت اور خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو جہاد میں شریک ہونے سے انکی خدمت زیادہ ضروری ہے۔ (۴) اولاد ان باپ کے احسانوں کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔ خواہ کس قدر خدمت

اگر کوئی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو تمہارے دل میں اسکی قدر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تم دل سے چاہتے ہو کہ اسکی عزت کرو۔ لیکن کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ تمہارے ساتھ سب سے زیادہ اور اچھا سلوک کر نیوالے کون ہیں۔ اور انکی کس قدر عزت اور قدر کرنی چاہئے۔ تو آج ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ (۱) سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مہربان اور احسان کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان وغیرہ دئے۔ پینے کے لئے پانی۔ سانس لینے کے لئے ہوا۔ کھانے کے لئے مختلف قسم کے پھل وغیرہ پیدا کئے۔ اس کی نعمتیں اور احسان اس قدر ہیں کہ ہم اُن کو گن بھی نہیں سکتے۔ اور شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہئے کہ اسکو راضی کرنے کے لئے اس کے حکموں پر چلیں۔ اور پہلے سے بھی زیادہ انعام و اکرام کے حقدار بنیں۔

(۲) خدا تعالیٰ کے بعد جس کے احسانات ہم پر ہیں وہ ہمارے ماں باپ ہیں۔ جنہوں نے ہمیں پالا پوسا ہماری تربیت کی۔ ہماری دیکھ بھال کرتے رہے۔ خود تکلیفیں اٹھائیں اور ہمیں آرام پہنچایا۔ ہمارے لئے اپنی نیندیں حرام کیں۔ جس وقت ہمیں اپنا ہوش بھی نہ تھا وہ ہماری نگہداشت کرتے تھے۔ خود بچھکے رہتے

ادب و تعظیم سے اُن کے ساتھ پیش آئیں۔ اس سے خدا تعالیٰ بھی خوش ہوگا۔ اور والدین بھی راضی ہوں گے۔ تمہیں چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر چل کر۔ ماں باپ کی عزت اور خدمت کر کے ان کے احسانات کا شکر یہ ادا کرو۔ اور سچے مسلمان بنو۔ آؤ آج ہی سچے دل سے عہد کر لو۔ کہ والدین کا حکم مانو گے۔ اور انہیں کبھی نہیں سناؤ گے۔

کرے۔ (۵) تم اور تمہارا مال و دولت تمہارے آپا کی ملکیت ہیں۔ یعنی جس طرح وہ چاہے استعمال کرے بغیر الغرض خدا و رسول کی فرمانبرداری کے بعد جس کی عزت اور قدر کرنے کا حکم ہے وہ والدین ہیں۔ اُن کے احسانات بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم ان کی عزت اور قدر کریں۔ اور خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بھی یہی ہیں کہ ہم اُن کے حکموں کو مانیں۔ انہیں نہ ستائیں۔ اُن کی خدمت کریں۔ او

## باب التقرب والانتقاد

### قادیانی نبوت

مصنف مولانا عتیق الرحمن صاحب فاروق

مسئلہ جہاد۔ حیات سچ۔ مقدسین اسلام کی شان میں مزا قادیانی کی گستاخیاں وغیرہ کو تریب و بحث لاکر انتہائی دلائل سے فرقہ ضالہ کو عقلاً و نقلاً غلط ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب اپنی طرز میں انوکھی اور قادیانی تحریک کیلئے شمشیر برائے۔ میں سفارشات کرونگا۔ کہ مذہبی نگاہ رکھنے والے خرید کر مصنف موصوف کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

مرتبہ حکیم سید مظفر علی زیدی  
دہلوی صفحات ۲۱۰ جلد ۱۲۱۰

### جواہر الحکمت

غیر مجلد دورویہ۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر شفاء الملک۔ امین پور۔ لاہور۔ دہلے طب میں ملتی رسالہ شفاء الملک غیر معمولی شہرت کا حامل ہے اس لئے کہ اس کتاب جو ہر حکمت کے ناسے کتابی شکل میں شائع ہوئی ہے جس میں پانچ سو سے زائد مشہور و نامور اطباء کے مطبوعہ و نسخہ خاص شے او مجرب و درجہ فاضل مرتبہ ایسے انداز سے جواہر الحکمت کو مرتب کیا ہے کہ حکم کے علاوہ ہر حکم کو بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا پتہ سے

صفحات ۹۹ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔ ناظم سہبان ختم نبوت۔ چنیوٹ۔ ضلع جھنگ۔ گو اس سے پیشتر تین گول رسائل مزا نیت کی تردید میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر آج تک ایسی مختصر اور عام فہم مدلل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ گھر کا بےیدی لگا دھائے کے مطابق مصنف کتاب عرصہ دراز مزا نیت سے وابستہ رہنے کی وجہ سے قادیانیوں کے اوجھے ہتھیاروں سے خوب واقف ہیں۔ فرقہ ضالہ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سدباب کرنے کیلئے چنیوٹ میں مولانا موصوف نے دفتر بنام پاسان ختم نبوت قائم کیا ہے۔ اور تلافی مافات کرتے ہوئے سنے، قدم قلم خدمت دین میں مصروف ہیں۔ یہ کتاب ان کی تازہ شام کار ہے۔ اس کتاب میں قادیانیوں کی انگریزی پرستی ختم نبوت

# ابن سابط

(محترم ظہور الحسن صاحب ڈاس)

✦

ٹولی کے تصور سے کانپنے لگتے۔ مین آنر سکورٹ  
اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے  
تمام ساتھی قتل کر دیے گئے۔ اور خود اسے مائن کے  
ایک تنگ دتار یک زندان میں ڈال دیا گیا۔ یہ یونک  
نرا عمر بھر کے لئے تھی۔ مگر پورے دس سال بعد وہ  
کسی نہ کسی طرح زندان سے فرار ہو گیا۔ آج اسے زندان  
سے نکلے ہوئے پہلی رات ہے، مگر اس نے قیمت  
آزمانی کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اس وقت وہ ایک  
ایسے مکان میں کھڑا ہے۔ جہاں سے اسے بہت کچھ  
ملنے کی امید تھی۔

ابن سابط (دبڑراتے ہوئے) کچھ نہیں۔ کوئی چیز  
نہیں جو میرے کام آ سکے۔ کچھ میرے جاہرات ہوتے،  
اشرفیوں کی قیلیاں ہوتیں۔ اور کچھ نہیں تو بہت کم  
دینار ہی ہاتھ آتے۔ مرقمیت دیکھئے کہ کچھ بھی تو کپڑے  
کے یہ تھان جنہیں اٹھانے کے لئے دس گدھوں کی  
ہمت چاہئے۔ (زور زور سے سانس لیتا ہے۔ اتنے میں  
باہر بجلی چمکتی ہے۔ اور کہیں دور پرے دار کی دھم  
آواز سنائی دیتی ہے) افسوس رات ختم ہونے والی  
ہے۔ تھوڑی دیر میں دن آئے گا۔ اور مجھے نا کام ہونا  
پڑے گا۔ (غصہ سے دانت میچتا ہے) ابن سابط  
اور نا کام لوٹے۔ لعنت ہے۔ سارے بخدا پر لعنت  
ہے۔ دے بسے سے ایک تھان پر بیٹھ کر کچھ سوچنے

(چوتھی صدی ہجری کے بغداد کی ایک رات،  
چادروں طرف خوفناک شاننا اور گہری تاریکی، کبھی کبھی  
بادوں سے آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو بغداد کی  
خوب صورت عمارتوں کے گنبد اور مینار پہلے بھر کیلئے  
جلمکا اٹھتے ہیں۔ مگر شہر کی گتیاں گلیوں کا اندھیرا اور  
بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ بغداد کی ساری آبادی اس وقت  
میٹھی بینہ کا بادہ اوڑھے سو رہی ہے۔ مگر اس  
خاموش فضا میں، ایک روح ایسی بھی ہے۔ جس  
پر نیند کا بسا دھند نہیں چل سکا۔ یہ بغداد کا مشہور  
چور ابن سابط ہے۔ جو شہر میں ہاتھ کٹے شیطان کے  
نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آج سے دس سال پہلے  
بغداد کے لوگ ابن سابط کا نام سن کر لڑاٹھتے تھے اس  
کا ایک ہاتھ چوری کے برہم میں کاٹ دیا گیا تھا۔ مگر اس  
سے اسکی حیرانہ خو میں کوئی کمی نہیں آئی۔ رات کا تاریکی  
میں اس کا کٹا ہوا ہاتھ بغداد کے تاجروں، رئیسوں اور  
ساہوکاروں کے عالی شان مہلوں پر بے دھڑک دستک  
دیتا۔ اور سب کچھ سمیٹ کر لے جاتا۔ اس کے شیطانی  
ارادوں کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی تھی۔  
وہ جس طرف آنکھ اٹھاتا پوزے ایک سو چور ڈاکو اور  
راہزن اس کے اشاروں پر رقص کرنے لگتے۔ مجلس راول  
کی مشعلیں گل ہو جاتیں۔ شہر شیعوں پر گہرا سوت  
طاری ہو جاتا۔ اور حبشی پرے دار ابن سابط اور اسکی

گلتا ہے۔ اتنے میں دروازے پر ایک ہلکی سی آہٹ ہوتی ہے۔

ابن سابطا بر (ایک لمحہ کے لئے تامل کرتا ہے۔ یہ خیال لے کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیتا ہے۔) اجنبی بر آؤ اب اپنا کام کریں۔ یہاں روشنی بھی ہے۔ میں بھی تمہاری مدد کے لئے موجود ہوں۔ اس لئے تم.....

ابن سابطا بر (دفعۃً بات کاٹ کر) لاؤل ولاقوۃ۔ میں بھی اب تک کس پھیر میں پڑا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی میری طرح یہاں قسمت آزمائی کرنے آئے ہو۔ میں خود بڑا پریشان تھا۔ کہ یہ کیسا ماجرہ ہے۔ چلو غیر۔ مگر بھئی تم ہوٹے ہو شیار۔

اجنبی بر (آنکھوں میں اور بھی شفقت جھلک آئی ہے) چلو بھائی کیونہی سمجھ لو۔ لیکن اب ہمیں تیزی سے کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ دن نکلنے میں تھوڑی دیر رہ گئی ہے۔ یہ کہہ کر اجنبی کپڑے کے تھان جمع کر کے ان کی گھڑی باندھنے لگتا ہے، ابن سابطا بر (معا کچھ سوچ کر) دیکھو بھئی گھڑی باندھنے سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کرو۔

اجنبی بر بھائی جو کچھ کہنا ہے جلدی کرو۔ ہمیں بہت کام کرنا ہے۔

ابن سابطا بر (دبجہ میں بیباکی پیدا ہو گئی ہے) اس میں شک نہیں کہ میں یہاں تم سے پہلے آیا ہوں۔ اور اصولاً اس مال پر میرا حق ہے۔ مگر چونکہ تم بھی ایک دلیر اور ہوشیار چور ہو۔ اس لئے تمہیں بھی اس میں شریک کئے جیتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اس مال کی دو گھڑیاں بناؤ۔ اور بڑی گھڑی میرے

ابن سابطا بر (خوفزدہ لہجہ میں) کوئی آگیا۔ کسی نے مجھے دیکھ لیا۔ (دکھیر کر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔) مگر اتنے میں دروازہ کھلتا ہے۔ اور ایک آدمی شمدان اٹھائے اندر آتا ہے۔ اسکو خفیف جسم پر ایک لمبی قبا پر۔ مگر چہرے پر ایک دلاویز سکون۔ اور آنکھوں میں ہلاکی چمک ہے۔ اجنبی شمدان کی روشنی اٹھا کر ایک لمحہ کیلئے ابن سابطا کو بڑے غور سے دیکھتا ہے)

اجنبی بر (ابن سابطا سے) بھائی تمہارا کی سلامتی ہو۔

ابن سابطا بر (بھٹی ہوئی آنکھوں سے اپنی کی طرف دیکھ رہا ہے)

اجنبی بر (دبجہ میں شفقت ہے) مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ تمہیں اتنی دیر اندھیرے میں ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ یہ لو میں روشنی لے آیا ہوں۔ اور خود بھی تمہاری مدد کرونگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ کام تم اکیلے نہ کر سکو گے۔ ابن سابطا بر (ابھی تک خوفزدہ ہے) مگر.... مگر تم کون ہو؟

اجنبی بر (اسی اطمینان اور نرمی کے ساتھ مجھے اپنا بھائی سمجھ لو۔ دیکھو تمہاری پیشانی پسینے سے بھیگ رہی ہے۔ مگر سے رومال کھول کر پسینہ پونچھتا ہے) تم تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ کچھ دیر آرام سے بیٹھ کر سناؤ۔ میں تمہارے لئے کچھ دودھ لاتا ہوں۔

(اجنبی شمدان رکھ کر باہر جاتا ہے اور تھوڑی دیر بعد دودھ کا ایک پیالہ لے کر واپس آتا ہے) اجنبی بر (ابن سابطا سے) لو بھائی اسے

حوالے کر دو۔ کہو منظور ہے ؟

اجنبی : ہر دم سے کچھ نہیں کہتا۔ مگر بھڑکی اور محبت کے ساتھ ابن سابط کی طرف دیکھتا ہے

ابن سابط : ہر (جھنجھلا کر) میرا منہ کیا کچھ رہے ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ تم مجھے دودھ کا پیالہ پلا کر۔ اور مکاری سے میٹھی میٹھی باتیں کر کے یو قوف بنا لو گے۔ میں خود بہت بڑا فری ہوں۔ میں ساری دنیا کو جیل دے سکتا ہوں۔

اجنبی : ہر (زمی سے) بھائی خفا نہ ہو۔ تم جو کچھ کہتے ہو مجھے منظور ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم اتنی بھاری گٹھری ایک ہاتھ سے نہیں اٹھا سکو گے۔ اس لئے یہ میں اٹھائے لیتا ہوں۔ اور تم یہ چھوٹی گٹھری سنبھال لو۔ تمہیں اپنی جگہ پہنچا کر میں اپنا حصہ لوں گا۔ ابن سابط : ہر شاباش۔ یاد رکھو تمہیں مجھ سے بہتر سردار کبھی نہ مل سکے گا۔ میرے نام سے سارا بھاد کا پنتا ہے۔ چلو چلو۔ گٹھری اٹھاؤ۔

(اجنبی بڑی گٹھری اٹھا کر ابن سابط کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ گٹھری کا بوجھ زیادہ ہے۔ اور اجنبی کا بوڑھا جسم خفیف۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا ہے۔ ابن سابط بار بار پیچھے مڑ کر اسے ڈانٹتا ہے۔ اجنبی تیز چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر دریا کے پل پر پہنچ کر گر پڑتا ہے)

ابن سابط : ہر (غصہ سے دیوانہ ہو کر) کہتے اگر اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا تو اسے کیوں چلا تھا۔ تو اپنے ساتھ مجھے بھی چلو دے گا۔

اجنبی : ہر (شرمندگی سے) بھائی معاف کر دو مجھے بڑی ندامت ہے۔

ابن سابط : ہر (بدستور غصہ میں ہے) زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ جلدی چلو۔ ورنہ میں لات مارتا ہوں۔

(اجنبی تیزی سے اٹھتا ہے۔ اور پھر گٹھری سنبھال کر ابن سابط کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ ابن سابط اپنے مسکن پر پہنچ کر رکتا ہے)

ابن سابط : ہر (اجنبی سے) لو میرا ڈھ اگیا اب میری گٹھری مجھے دے دو۔ اور دوسری گٹھری سنبھال کر اپنی راہ لو۔

اجنبی : ہر (خاموش کھڑا ہے۔ دور افق پر پو پھٹ رہی ہے۔ بادل چھٹ چکے ہیں۔ اور صبح کے سہانے نور میں دجلہ کے کنارے کسی ملاح کا گیت سنائی دے رہا ہے)

ابن سابط : ہر (مشوک لہجہ میں) معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے حصے سے مطمئن نہیں ہو۔ مگر میں نے تم سے پہلے فیصلہ کر لیا تھا۔ اب یہی بہتر ہے کہ تم اپنا حصہ سنبھالو۔ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ مجھ سے بڑا کوئی نہ ہو گا۔ جانتے ہو میں کون ہوں۔ یاد رکھو سارا بھاد میرے نام سے کا پنتا ہے۔

اجنبی : ہر (بڑی زمی سے بات کا کر) بھائی سنو۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم کون ہو۔ مگر رات تم جس مکان میں گئے تھے۔ وہ میرا ہی گھر تھا۔ تم میرے ہی حمان تھے۔ اس لئے جب مجھے تمہاری آمد کی خبر ہوئی تو مجھ پر فرض ہو گیا کہ میں اپنے حمان کی ہر ممکن تواضع کروں۔ اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دے دوں۔ (سانس لینے کے لئے رکتا ہے۔ ابن سابط پھٹی پھٹی آنکھوں اور کھلے ہوئے منہ کے ساتھ



اجنبی کی طرف رہا ہے۔ کہیں سے صبح کے نور کی ایک کرن نے اجنبی کی آنکھوں میں عجیب و غریب روشنی پیدا کر دی ہے۔

اجنبی بر بھائی میں اپنا فرض ادا کر چکا۔ یہ چیزیں جو ہم اٹھا کے لائے ہیں۔ تمہاری ہیں۔ مجھے ان میں اپنے حصہ کی ضرورت نہیں۔ میں اب جاتا ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھو۔ کہ جب تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف میرے پاس آ جانا۔ مکان تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔ اس مکان کے دروازے تمہارے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

(یہ کہہ کر اجنبی تیزی سے لوٹتا ہے۔ اور صبح کے دم بدم بڑھتے ہوئے نور میں گم ہو جاتا ہے۔ ابن سابط ابھی تک یہاں دشتدر بیٹھا اس راہ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جہاں اجنبی کی ہوا میں لہرائی ہوئی قبا کی مذہم سی جھلک نظر آئی تھی۔ صبح کا نور اب چاروں طرف پھیل چکا ہے۔ ابن سابط اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھا ہے۔ کپڑے کی دونوں ٹکٹھریاں اس کے سامنے پڑی ہیں۔ مگر اس کی نگاہیں دُور بہت دُور کسی غیر مرئی شے کی طرف گڑی ہوئی ہیں۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹ ہلکتے ہیں)

ابن سابط بزر (بڑبڑاکر) تو وہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا۔ جن کپڑوں کو خود اٹھا کر وہ یہاں چھوڑ گیا۔ وہ بھی اسی کے تھے۔ یہ کی ہوا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ درپیشان ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس نے مجھے دودھ پلایا۔ اس نے خود کپڑے کے تھان بنائے انہیں اپنے بوڑھے اور کمزور کا ذمہ سونپ دیا۔ اور یہاں چھوڑ گیا۔ وہ کون تھا۔ کیا دنیا میں ایسے بھی انسان

ہو سکتے ہیں۔ (بے قرار ہو کر اپنی پیشانی زور سے پکڑ لیتا ہے) میں نے اسے کایاں دیں۔ اسے بُرا بھلا کہا۔ اس کے ساتھ وحشیوں کی طرح پیش آیا۔ مگر اس نے میری ہر بات کا جواب محبت سے دیا۔ مجھ سے شفقت سے پیش آیا۔ میری ہر زیادتی پر اپنی طرف سے معافی مانگی۔ خداوند کا کوئی انسان ایسا بھی کر سکتا ہے۔ (اچانک رک کر سر اٹھاتا ہے۔ اور غلامیں گھورتا ہے) اور میں کیا ہوں۔ ایک سنگدل چور۔ ایک شیطان۔ میں نے عمر بھر کسی محبت نہیں کی۔ میں نے ہمیشہ انسانوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنے مجبوسوں کو اذیت میں مبتلا کیا ہے۔ میری ساری زندگی گناہوں سے بھری پڑی ہے۔ آہ میں کس قدر بد نصیب ہوں۔ (کچھ دیر اور رک کر) اس کی باتوں میں محبت تھی۔ اس کے چہرے پر نرمی تھی۔ مجھ لیے سیاہ کار کے ساتھ اس کا برتاؤ کس قدر عجیب تھا۔ جیسے ایک باپ اپنے گناہگار بیٹے کو محبت سے دیکھ رہا ہو۔ وہ کیسے سکون کے ساتھ باقیں کر رہا تھا۔ جیسے اس کے دل میں کوئی بے چینی نہیں کوئی اضطراب نہیں۔ کوئی پریشانی نہیں۔ بلکہ گہرا اطمینان ہے۔ روشنی ہے۔ نور ہے۔ اور یہ نور اس کی آنکھوں میں بھی جگمگا رہا تھا۔ کچھ دیر اور سوچتا ہوں میں اس کا گھر جانتا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں جب بھی ضرورت ہو۔ میرے پاس آ جانا۔ اس کے گھر کے دروازے میرے لئے کھلے ہیں۔

ابن سابط سب کچھ اسی طرح چھوڑ کر رات والے مکان پر پہنچتا ہے۔ مگر اندر جانے کی ہمت

نہیں پڑتی۔ مکان کے قریب ہی ایک لکڑ ہارا بیٹھا ہے۔ وہ اس کے پاس جاتا ہے۔

ابن سابطاٹ: کیوں بھی تم جانتے ہو اس مکان میں کون تاجر رہتا ہے؟

لکڑ ہارا سرب: ابن سابطاٹ کی طرف حیرت سے دیکھ کر، تاجر: معلوم ہوتا ہے تم اس شہر میں نئے آئے ہو۔ بھائی یہاں تو شیخ جنیدؒ بعد اچھی رہتے ہیں۔

ابن سابطاٹ اس نام کو سن چکا ہے اور شیخ کی عظمت سے بھی واقف ہے، وہ آہستہ آہستہ مکان کے اندر داخل ہوتا ہے۔ سامنے شیخ جنیدؒ بنیادی تشریف رکھتے ہیں۔ ابن سابطاٹ شیخ کو دیکھتے ہی بیتاب ہو کر دوڑتا ہے۔ اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رونے لگتا ہے۔

شیخ کے چہرے پر شفقت اور محبت کا نور اور بھی چمک اٹھتا ہے۔ وہ ابن سابطاٹ کو بڑے پیار سے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہیں۔

آج اس واقعہ کو کئی سو سال گزر چکے ہیں۔ مگر جسکے شیخ جنید بنیادی کے علم و فضل اور ان کی عظیم المرتبت شخصیت کا تذکرہ آتا ہے۔ لوگ شیخ کے ایک مرید احمد سابطاٹ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جس نے شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر بڑا نام پیدا کیا۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جس ”ہاتھ کٹے شیطان“ کو حکومت کا جبر و تشدد اور قانون کی سنگین ہزائیں نہ ختم کر سکیں، اسے ایک گوشہ نشین فقیر نے ایک ہی نگاہیں ہمیشہ کے لئے ناپید کر دیا۔ (دچان)

## ماہنامہ ”صور اسرافیل“ لہ ضلع جہلم کا عنقریب اجرا

زیر ارادت الطاف حسین شاہ قریشی بی۔ اے  
صورعی معنوی خصوصیات کا حامل

- (۱) ضلع جہلم میں اپنی نوعیت کا واحد اسلامی مجلہ (۲) قرآنی احکام و کردار کا ترجمان (۳) اسلامی بچوں کے لئے مستقل اسباق اخلاق قرآن و حدیث سے درج کئے جائیں گے۔ (۴) اسلامی نساہت کے لئے مفید مقالات و مضامین۔ (۵) ممالک اسلامیہ کی سیاسیات پر تعمیری تنقید و تبصرہ (۶) پورے ماہ کی خبروں کا خلاصہ پہلے صفحے کی زینت ہوگا۔ (۷) عالمگیر اتحاد اسلامیہ کا موبہ (۸) علمی، اقتصادی و دینی مقالات کا مجموعہ۔ (۹) اسلامی تاریخ کے اوراق مستقلاً شائع ہوا کریں گے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عصرِ حاضر کے چھ فتنے

## وطنیت، جمہوریت، اشتراکیت، ملوکیت، ہسزڈاری اور تہذیب مغرب

(از ادا سرا)

انسانی فطرت اجتماعی زندگی کی متقاضی ہے۔ اجتماعی زندگی کی بنیاد تین شعبوں پر استوار ہوتی ہے۔ (۱) نظام حکومت (۲) نظام معیشت اور (۳) تدبیر منزل یا نظام عائلی۔ جو قوم اپنے پاس اجتماعی زندگی کے یہ تین شعبے نہیں رکھتی وہ متقدم و مہذب نہیں کہلا سکتی۔ متقدم و مہذب قوم کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی نظام حکومت کے تحت زندگی بسر کرے۔ اُس کا کسی نہ کسی مملکت اور نظام و آئین سے تعلق ہو۔ اگر کوئی مملکت اور نظام و آئین نہ ہو تو انسان ایک دن بھی امن چین کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ نہ انکو اجتماعی زندگی میسر آ سکتی ہے۔ نہ تہذیب و تمدن کا وجود پایا جا سکتا ہے۔ اور نہ حقوق و فرائض کا تعین و تحفظ ہو سکتا ہے۔

انسانوں کے ذہنی اور اخلاقی قوی کسی مملکت اور نظام کے بغیر نشوونما ہی نہیں پاسکتے۔ لہذا ضروری ہے کہ اُبھارنے اور نشوونما دینے کے لئے عدل و انصاف کو نافذ کرنے، حقوق و فرائض کا تعین و تحفظ کرنے اور مفاد کلی کی نگہداشت کرنے والی کوئی

قوت ضرور موجود ہو۔ اس قوت کے بغیر معاشرہ ترقی تو کجا اپنے آپ کو قائم و برقرار نہیں رکھ سکتا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مملکت کی وفاداری اور نظام کی اطاعت جبر اور غلامی نہیں بلکہ حقیقی آزادی اور مسرت و خوشحالی کی ضمانت ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود نفس انسانی کے اعلیٰ ترین رجحانات کی اطاعت ہے۔ بشرطیکہ مملکت و حکومت عدل و اعتدال کے اصول پر مبنی ہو۔ حکومت کسی ایک مخصوص طرز کے ساتھ وابستہ نہیں۔ بلکہ مختلف حالات کے مطابق مختلف حکومتیں اور مختلف نظام ممکن ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ حق و عدل پر مبنی ہوں۔ اُن میں جبر و استبداد، ظلم و تشدد، دھوکہ و فریب اور زیادتی و بے راہ روی کے چور دروازے نہ رکھے گئے ہوں۔ اُن میں نفاق کے جراثیم نہ ہوں۔ اور کارپردازان حکومت حقیقت میں انسانوں کے ہمدرد و خیر خواہ اور خدا پرست ہوں۔

بنی نوع انسان کی ”ہئیت اجتماعیہ“ کی تشکیل کی ہر عہد میں کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ آج بھی ہو رہی ہیں۔ اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔ لیکن یہ

ہے تو وہ خود کس کے لئے ہے۔ اور وہ قوت و مادہ کو بچاٹے شررا انگیزی، جنگ و قتال اور غوریزی کے اپنی سلامتی اور امن و آسائش کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔ یہ تمام حقائق انبیاء علیہم السلام نے ہر زمانہ میں انسانوں کو سمجھائے۔ انکو حقیقی امن و فلاح کا راستہ دکھایا۔ اور صحیح ہیئت اجتماع کی تشکیل کی۔

انہوں نے انسانوں کو واضح طور پر سمجھایا کہ انسانیت کی فلاح اس میں ہے کہ دین و دنیا اور اخلاق و سیاست ساتھ ساتھ رہیں۔ قوت و جبروت اور عجز و انکسار ایک دوسرے کے مدد و معاون۔ اور شریک کار رہیں۔ تمدن کا صحیح توازن اسی وقت قائم رہ سکتا ہے۔ جبکہ امور مملکت بھی نظام اخلاق کے پابند رہیں۔ اور تمام انسان مملکتی اقتدار کا منبع و ماخذ ذات باری کو سمجھیں۔ اس سے انسانی ضمیر کی آزادی کا اصول بھی مسلم رہیگا۔ حقیقی مساوات اور عدل و انصاف بھی اسی سے قائم ہوگا۔ پائدار امن اور سچی مسرت بھی اسی سے حاصل ہوگی۔ انسانوں کی تمام مخفی قوتوں اور قابلیتوں کو بھی اسی سے اجاگر ہونے کا موقع ملے گا۔

تمام انہی شریعتوں کا خلاصہ یہی تھا کہ انسانی زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ اس کو مذہب و سیاست کی تفریق سے بچانا چاہیے۔ اگر مذہب و سیاست میں تفریق ہو جائے تو پھر انسانوں کو ظلم و فساد، قتل و غوریزی اور تباہی و بربادی سے کوئی چیز بھی نہیں روک سکتی۔ کوئی نظام کوئی فلسفہ اور کوئی حکومت بھی انکو امن و راحت

کو ششیں کسی زمانہ میں بھی بار آور نہ ہو سکیں۔ اور نہ آئندہ اسکی کوئی امید نظر آتی ہے۔ اسلئے کہ اس ناکامی اور خرابی کی بنیادی وجہ ارباب علم و دانش اور سیاست کاروں کی نگاہوں سے اوجھل رہی ہے۔ اور آج بھی اوجھل ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں ظلم و فساد اور بدامنی و بے چینی کا حقیقی سبب کیا ہے۔ اور دانشوران عالم کیوں حیوان بننے جا رہے ہیں؟

## دنیا میں ظلم و فساد کی ہر بنی حکومت

دنیا میں بنی بھی آئے سب کی دعوت و پکار کا خلاصہ یہ تھا کہ اے انسانو! اگر تم اپنی سلامتی امن و آسائش، سچی دینیت، پاکیزہ تمدن اور مسرت افزا حصارت چاہتے ہو تو اپنی حکمرانی و قانون سازی سے تو یہ کر کے اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرو، اسکی ہدایت کے سامنے سر جھکاؤ اور اسی کی اطاعت و بندگی اختیار کرو۔ انسانیت کی سیاسی اور عمرانی ترقی کا دار و مدار اسی اطاعت الہی پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام آغاز آفرینش ہی سے بنی آدم کو یہ نکتہ سمجھاتے رہے ہیں۔ اور بتلاتے رہے ہیں کہ انسان کی ذہنی و اخلاقی زندگی کے تقاضے کیا ہیں۔ انکی جسمانی ضرورتیں کیا ہیں۔ مواد کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اس کائنات کی اصلی غرض کیا ہے۔ مواد کا اتنا طویل و عریض حال کس لئے بچھایا گیا ہے۔ انسان اس پر کس لئے قابض ہے۔ اگر کائنات اس کیلئے

شکر ا دیا۔ فطری قوانین سے آنکھیں بند کر لیں۔ صدا کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور فرما زوائے کائنات کی حاکمیت سے انکار کر کے اپنی حکومت و قانون سازی کا آغاز کر دیا۔

اس سے قرآن کا، اسلام کا، اور نبی آخر الزمان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ اسلام سے منہ موڑنے والی قوموں ہی نے اپنا سب کچھ بگاڑ دیا۔ ہوا یہ کہ انسانی حکمرانی و قانون سازی کا تخت بجھتے ہی صحیح سیاسی و عمرانی ترقی کی روح غارت ہو گئی، حقیقی حریت و مساوات اور عدل و اعتدال کا نام و نشان مٹ گیا۔ نفس انسانی کے اعلیٰ ترین اوصاف خاک میں مل گئے۔ انسانی ضمیر کی آزادی فنا ہو گئی۔ تمام ترقی کے راستے سدود ہو گئے۔ ذہنی و اخلاقی قوی مڑبھا کر رہ گئے۔ انسانوں کی انسانیت و شرافت رخصت ہو گئی۔ اور امن و راحت نے ان سے کنارہ کر لیا۔ آئیے اب اس اجمال کی تفصیل سنئے۔ اور اقوام عالم کی بد بختی، محرومی اور شقاوت کا نام کیجئے۔

## فلسفہ اجتماعی میں وطنیت کا آغاز

انسانوں کی نفسیات اور ان کی ذہنی قوتوں پر ان کے انفرادی اخلاق و کردار اور ان کے اجتماعی نظام کی صحت کا دار و مدار ہے۔ اگر انسانوں کی نفسیات اور انکی ذہنی قوتوں سے علم و آگاہی نہ ہو۔ اور وہ اس بے خبری کی وجہ سے فساد کا شکار ہو جائیں تو پھر زندگی کے تمام مسائل و معاملات میں فساد و بگاڑ آجاتا ہے۔ اور اگر ان کو ٹھیک طور پر سمجھا جا

ہمکنار نہیں کر سکتی۔ اگر انسان خدا پر ایمان نہ لائے تو پھر وہ خود خدا بن جاتا ہے۔ یا پھر دوسرے طاقتور انسانوں کو خدا ماننے پر مجبور ہوتا ہے۔ اگر نیت کا روحانی سرچشمہ گدلا ہو جائے تو بوجہ اعمال بھی صادر ہونگے وہ گندے۔ اور خلوص و حقانیت سے محروم ہونگے۔ اگر افراد کی طرح اقوام بھی اخلاق کی پابند نہ رہیں گی تو اجتماعی اعمال میں شرارت و خباثت، انتشار و پراگندگی اور ظلم و فساد کا آجانا یقینی ہے۔ خدا سے انکار و بغاوت اور ہدایت الہی سے روگردانی کا لازمی نتیجہ ظلم، خود غرضی، بے بروقی، نفاق اور نفس پرستی ہوتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام حقائق و تعلیمات کو آخری اور قطعی طور پر قرآن پاک اور اپنے ارشاد عالیہ کی صورت میں۔ نوع انسانی کے سامنے رکھ دیا تھا۔ ایک صحیح ہیئت اجتماعیہ اور امت مسلمہ کی تشکیل کر کے دنیا والوں کو عملاً بھی دکھا دیا تھا کہ یہ ہے انسانوں کے لئے صحیح نظام زندگی اور امن و راحت کا راستہ۔

## حق و عدل، انحرار اور فساد کا آغاز

تمام اقوام عالم کے لئے صحیح طریقہ زندگی یہی تھا کہ وہ اسلام کی طرف آئیں اور ہدایت الہی کے سامنے سر جھکا دیں۔ مگر ہوا یہ کہ اقوام عالم نے خدا سے انکار و بغاوت پر کمر باندھ لیا۔ اسلام کی مخالفت و دشمنی کو اپنا مقصد حیات بنالیا۔ خلوص و حقانیت کو



یعنی انسان فطری طور پر اس بات کے لئے مجبور ہے۔  
کہ کسی نہ کسی کو اپنا معبود بنائے اور اپنے ذوق عبودیت  
کی تسکین کا سامان کرے۔

اسلام نے اس ہستی کو آدہ احد، معبود حقیقی  
خالق و مالک و مدبر و فرماں روا اور رب العالمین کی  
حیثیت سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا۔  
اور بتلایا تھا کہ تمہارا ذوق عبودیت جس معبود  
کو تلاش کرتا ہے۔ وہ وہی ہے جس کو قرآن پاک  
پیش کر رہا ہے۔ اور جس سے الٹی شریعتیں  
ہمیشہ انسانوں کو روشناس کراتی رہی ہیں۔  
اے انسانو! والہانہ عقیدت کا اظہار کرنے اور  
اطاعت کرنے کے لائق صرف خدائے واحد  
ہی ہے۔ اُسی کی اطاعت و بندگی اختیار کرو۔  
اور اپنے مقصد حیات کو پہنچو۔

لیکن رسم و رواج کے پجاری، نفس کے  
بندے اور انسانوں کو خدا بنالینے والے نادان  
اور جہل و حماقت کے پتکے انسانوں نے بنیوں  
کی اس دعوت و پکار کو نہیں سنا، خدائے  
واحد کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ اور حق و عدل  
کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ انکی مریض عقلوں  
اور مسخ ذہنیاتوں نے ان کو راستی پر نہ آنے دیا۔  
اور قدیم زمانہ کے انسانوں کو ذوق عبودیت نے  
مجبور کیا کہ بت بنائیں، خیالی دیوتاؤں کا تصور  
قائم کریں، فرضی معبودوں کے سامنے ماتحت  
رکڑیں اور اپنی انسانیت کو ذلیل و خوار کریں۔

وحی و نبوت اور آئہ واحد سے منہ موڑنیوالوں  
نے بت پرستی میں ہزاروں سال غارت گئی

اور ان سے صحیح طور پر کام لیا جائے تو پھر زندگی کے  
تمام معاملات و مسائل کی گتھیاں سمجھ جاتی ہیں۔  
سیاسی و عمرانی ترقی کی تمام راہیں کھل جاتی  
ہیں۔ اور حقیقی راحت و آسائش کا دور دورہ  
ہو جاتا ہے۔ انسانوں کی وہ نفسیات اور ذہنی  
قوتیں کونسی ہیں۔ اور ان سے ہم صحیح طور پر کیسے  
کام لے سکتے ہیں؟ اس کا علم بجز وحی و نبوت  
کے قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اگر ہم وحی و نبوت کا انکا  
کردیں تو ہمیں سرے سے یہی نہیں معلوم ہو سکتا  
کہ انسان کیا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد اور  
انجام و مال کیا ہے۔ اگر اس لاعلمی کے باوجود انسان  
اپنی زندگی کا کوئی قانون و نظام بنائیں گے تو وہ  
یقیناً غلط، غیر فطری، خود غرضانہ اور ظالمانہ ہوگا  
اور ان کو کسی نظام اجتماعی کے ذریعہ امن و سکون  
اور عدل و انصاف میسر نہیں آسکے گا۔ اس دور  
کی ناکامی کا واحد سبب یہی ہے کہ انسان انسانوں  
کی نفسیات اور ذہنی قوتوں کو سمجھے بغیر اجتماعی  
فلسفے اور نظام گھڑ گھڑ کر دنیا میں ظلم و فساد برپا  
کر رہے ہیں۔ اور انسانوں کو بتا ہی کی طرف  
لے جا رہے ہیں۔

خالق کائنات نے نفس انسانی کے اندر  
اور بہت سے جذبے اور میلانات رکھے ہیں۔ یہ  
وہاں سب سے بڑا جذبہ اور میلان ”ذوق عبودیت“  
کا بھی رکھا ہے۔ اس فطری جذبہ کے دباؤ سے  
مجبور ہو کر انسان کسی نہ کسی سے اپنی والہانہ عقیدت  
کا اظہار کرنا کسی نہ کسی کی اطاعت کرنا اور کسی نہ  
کسی کو اپنے فکر و عمل کا محور و مرکز بنانا چاہتا ہے۔

وابستہ کر رکھے ہیں۔ اور وحی و نبوت کے تمام سلسلہ رشد و ہدایت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ جب انسان نے خلا، مذہب اور اخلاق سے آزادی حاصل کر لی تو یہ تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ والہانہ زندگی بسر کرتے۔ فطرۃً مجبور تھے کہ کسی نہ کسی کو اقتدار کا ماخذ بنیں، غرور و عمل کا کوئی نہ کوئی محور و مرکز تلاش کریں اور پھر انسانی زندگی کا کوئی نہ کوئی فلسفہ گھڑیں۔ چنانچہ ترقی یافتہ عقلموں نے اقتدار و مملکت کا جدید نظریہ پیدا کیا۔ جس کی رُو سے مشیت عامہ مملکتی اقتدار کا منبع تصور کی جانے لگی۔ عوام کو اقتدار و حقوق کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ اور جمہوری حکومتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ یعنی اکثریت کی رائے مطلق و بے قید تسلیم کیا گیا۔ انسانی ضمیر حق و صداقت، عدل و اعتدال، صلاحیت و قابلیت اور اعلیٰ ترین اوصاف وغیرہ تمام چیزوں کو اکثریت کے فیصلے کے نیچے دبا دیا گیا۔

## تحریک وطنیت

جدید مملکت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے نظام فکر و عمل کو وطنیت کے فلسفہ اجتماعی پر مبنی قرار دیتی ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ یہ تحریک مذہب کے مد مقابل پیدا ہوئی ہے۔ یہ مادیت اور الماد کے جراثیم سے پرورش پاتی ہے۔ اس تحریک کی رُو سے وہ خطہ زمین جس میں بہت سے مختلف

اور اپنی زندگی کو اپنے ماعتوں تباہ کرتے رہے۔ جب ذرا ان کی عقلوں نے ترقی کی اور پھر کی صورتوں وغیرہ کی پوجا سے دل بھر گیا تو اب انہوں نے نئے معبودوں اور آقاؤں کی تلاش شروع کی۔ اور اب انہوں نے بادشاہوں اور قومی بہادروں کو خدائی منصب دیکر ان کی پوجا شروع کر دی۔ جب اس جذبے سے آگے ترقی کی تو موجودہ دور میں آکر مذہب و ترقی یافتہ اور نام نہاد روشن خیال انسانوں نے قوم اور وطن کے خیالی اصنام گھڑائے اور نامور لیڈروں کو اپنا معبود بنالیا۔ آج ساری دنیا کے انسان انہی خیالی و فرضی معبودوں کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اور انسان انسانوں کی غلامی سے اپنے عز و شرف کو خاک میں ملا رہے ہیں۔

آج قوم و وطن کو خدا کی جگہ دیدی گئی ہے۔ اور لیڈروں کو نبیوں کی طرح مانا جا رہا ہے۔ اندھا دھند مکار و عیاش اور نابکار و نا اہل لیڈروں کی اطاعت کی جا رہی ہے۔ انکی محبت و عقیدت کے گیت گائے جاتے ہیں۔ ان کی خوشامد و چاہلوسی کو سرمایہ اقتدار سمجھا جا رہا ہے۔ ان کی تصویروں کے سامنے احترام سے سر جھکایا جاتا ہے۔ ان کے بیانات کو آیات الہی کی طرح دہرایا اور سند میں لایا جاتا ہے۔ ان کی ہدایات و تعلیمات کے سامنے اللہ و رسول کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ ان کے اقوال سے سند لائی جاتی ہے۔ اور انہی کی زندگی کو اسوہ بنایا جاتا ہے۔ یعنی وہ تمام اعتقادی و عملی تعلقات جو اللہ و رسول کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ وہ انسانوں نے انسانوں کے ساتھ

خیال اور مختلف مزاج کے انسان رہتے ہوں وہ اس قابل تصور کیا جاتا ہے کہ اس کو خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے۔ وطن ہی کی خاطر انسانوں کو زندہ رہنا چاہئے۔ اس کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دینی چاہئے۔

یہ تحریک باطل پرستاران مغرب کے دماغوں سے نکلی اور انسانوں کے مذہب، ان کے کلچر، انکی ملی روایات اور ان کے اخلاق کو تباہ و برباد کرتی ہوئی چلی گئی۔ آج وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے۔ اور خدا کا قائم مقام ہے۔ حضرت علامہ اقبال اس بت کے متعلق فرماتے ہیں

اس دور میں مٹی اور ہے جام اور ہے جم اور

ساقی نے بنا کی روشن لطف و کرم اور  
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

تذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور  
ان تازہ خداؤں میں بڑا ہے وطن،  
جو پیر میں اس گاہے وہ مذہب کا کفن ہے  
یہ بت کہ تراشیدہ تذیب قوی ہے

غارت گر کا شائد دین نبوغی ہے !  
باز و ترا تو حید کی قوت سے قوی ہے

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارہ دیرینہ دلنے کو دکھائے۔

اے مصطفوی خاک میل سے بت کو بھٹے

**وطن دوستی اور وطن پروری علیہ علیہ**  
**جذبہ ہیں**

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ کہ جب وطن ایک فطری جذبہ ہے۔ اسلئے انسان کی اخلاقی زندگی کا یہ بھی ایک جزو ہے۔ انسانی زندگی میں اسکا جو مقام اور جواہریت و ضرورت ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مصیبت اور گمراہی یہ ہے کہ ارباب سیاست وطن دوستی اور وطن پروری میں تمیز نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔ وطن سے محبت رکھنا، وطن کی خدمت کرنا، اور اس کی حفاظت میں کٹ مرنا نہ جرم ہے نہ خلاف اسلام۔ اس کا نام وطن دوستی ہے۔ اس کو بس اسی حد تک رہنا چاہئے۔ مگر ائمہ کفر و ضلالت نے اپنی حماقت و نادانی اور مذہب دشمنی سے اس کو ہیئت اجتماعیہ

انسانیہ کا اصول بنایا۔ اس اصول پر انسانوں کی سیاسی گروہ بندی شروع کر دی۔ اس کے ذریعہ تاریخی رجحان کا اظہار عمل میں آنے لگا۔ عوام ایک مشترک سیاسی ہیئت میں منسلک ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر مملکت قوم ہے۔ اور ہر قوم مملکت۔ جن لوگوں میں لسانی، نسلی اور تہذیبی یگانگت ہو انکے سیاسی و معاشی مفاد میں اشتراک ہونا چاہئے اور وطن کو انسانوں کے مذہب، ان کے کلچر اور ان کی ملی روایات پر بھی فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہ ہے وطن پروری۔

وطنیت کا یہ جذبہ ایک مصنوعی چیز ہے۔ اس جذبہ کو خدا اور مذہب کی جگہ دی گئی ہے۔ اس جذبہ نے انسانوں میں مصنوعی فرق اور نفرت و عداوت کا بیج بویا ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں اسی بت کے آگے سرنگوں ہیں۔ اسپر بلا تکلف و قاتل اخلاق

وانسانیت کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ اور قومیت پرستی اور وطنیت کا جذبہ محض ایک ہنگامی حربہ ہوتا تو شاید اس سے مظلوم و مقہور اراکین و قومیوں ظالم و طاقتور قوموں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ اقوام عالم نے اس کو ایک مذہب کی حیثیت سے اختیار کر رکھا ہے۔ قوم اور وطن کی ایک محبوبہ کی طرح پرستش کی جا رہی ہے۔ اس روش زندگی میں قومیں نہ تو وحدت خلق کو بطور اصول حیات تسلیم کرتی ہیں۔ نہ ہی انسانی مہیت اجتماعیہ کو کسی محکم مرکز پر قائم کرتی ہیں۔ نہ عدل و انصاف کو کوئی اہمیت دیتی ہیں۔ نہ کسی اخلاقی پابندی کو قبول کرتی ہیں اور نہ وحدت انسانی اور احترام آدمیت کی قائل ہوتی ہیں۔

## قومیت و وطنیت کی تباہ کاریاں

اقوام عالم نے جب اپنے نظام تمدن، نیشکرمن اور وطنیت کو اجتماعی زندگی کی اساس قرار دیا تو وہ خذل کے اقتدار اعلیٰ پر ایمان سے محروم ہو گئیں۔ اس محرومی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زندگی محض طبعی چار دیواری تک محدود ہو گئی، مکافات عمل کا وہ ہمہ گیر اصول جو کائنات کی ہر شئی کو محیط ہے۔ ٹوٹ گیا، شرف انسانیت کی ہر شق کا انکار لازم آگیا۔ انسان کی داخلی اور خارجی زندگی میں کشمکش شروع ہو گئی۔ ہر قوم دوسری قوم سے نفرت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ہر قوم میں حدود رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں حماقت، جہالت، فریب، ظلم

اور خود غرضی کا عمل داخل ہو گیا۔ آج سارے کا سارا تمدنی نظام ریاکاری اور فریب دہی پر مبنی ہے۔ قومیت و وطنیت کا جذبہ جدید تمدن کی بعض مخصوص ضروریات سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب اس نے ایسی بے پناہ قوت اور مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں تمام اخلاقی اور روحانی جذبات دب کر رہ گئے۔ پھر اس جذبہ سے دوسری قوموں کو کھا جلنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس جذبہ کو بھڑکا کر کمزوروں اور بے گناہوں پر ہلاکت و بربادی کے طوفان لائے جاتے ہیں۔ اس اندھے جذبہ کے ماتحت قوموں نے شرافت و انسانیت اور حق و عدل کو طلاق دیکر خود بخوار درندوں کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ اور ارباب علم و دانش باوجود ادعا کے علم و ترقی کے ہنوز درندگی و سبیت کی زندگی سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اس لئے کہ افراد و اقوام کا کسی اقتدار اعلیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ پھر وہ دوسروں کو چیرنے پھاڑنے اور کھا جانے سے کیوں پرہیز کریں۔ جب قوموں کے نزدیک زندگی سانس کی آندورفت تک محدود ہے۔ طبعی زندگی میں خوش سامانیاں پیدا کرنا مقصد حیات ہے۔ خداوند مذہب، اخلاق اور انسانیت کوئی چیز نہیں۔ قانون مکافات عمل ایک ڈھکوسلہ ہے۔ اور قوموں پر احتساب کرنے والی کوئی طاقت ہی نہیں۔ تو ان کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں رحم، مروت، رواداری، شرافت، انصاف پروری اور انسانیت پروری کا ثبوت دیں۔ ان کے نزدیک حق، صداقت، انصاف، نیکی اور تقویٰ کوئی چیز نہیں۔

ہی بنی رہیگی۔ مظاہر فطرت کی تسخیر کردہ قوتیں ہلاکت و بربادی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتیں۔ انسانوں کو انسانوں کے ہاتھوں کسی طرح محفوظ نہیں رکھا جاسکتا۔ اگر انسانوں کے اوپر کوئی اقتدار اعلیٰ نہیں تو پھر کونسی ایسی چیز ہے جو طاقتور افراد و اقوام کے تخریب و تسلط اور جبر و استبداد سے کمزور افراد و اقوام کو محفوظ رکھ سکے۔ نظام تمدن و حکومت کو ریاکاری اور فریب دہی سے کوئی فائدہ بھی نہیں روک سکتی۔ اور نوع انسانی کے مسائل کا حل انسانوں کا گھڑا ہوا کوئی نظام بھی پیش نہیں کر سکتا۔ لہذا اگر انسان مرتے ہیں تو مرتے دو، خدا پر ایمان نہ لائیوالوں کی سزا یہی ہے کہ وہ آپس میں لڑ لڑ کر فنا ہو جائیں۔

نیش نلزم انسانیت کے لئے  
ایک تخریبی قوت ہے

قوم و وطن اور لادین سیاست کے مارے  
اور کچلے ہوئے انسانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیو۔  
کہ دنیا میں تمام فتنہ و فساد کی بڑی قومیت اور وطنیت  
ہی کا جذبہ ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ باہمی پیکار و  
مناقشت اور تباہی و بربادی ہے۔ زمان و مکان  
کی حدود و قیود نے انسانوں کو مختلف گروہوں  
میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ تقسیم افواور بیہودہ ہے۔  
انسانی کی راہ میں جغرافیائی حد بندی، نسل، رنگ  
زبان، قومیت اور وطنیت ایک زبردست رکاوٹ ہے۔

معلوم نہیں مفکرین عالم ، حکومتوں اور  
معاشرتی اداروں کی عقلیں کہاں ماری گئیں۔ کہ وہ  
اتنا نہیں سوچتے سمجھتے کہ جس طرح انفرادی زندگی  
میں خواہشوں اور میلانوں کی تحدید سے اخلاق و  
تمدن اور امن و راحت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح  
قوموں کے اعمال پر تحدید و احتساب قائم کرنے کی  
ضرورت ہے۔ اور قوموں کا احتساب قومیں تو کمزیر  
سکتیں۔ کیونکہ قومیں قومیں سب ایک ہیں۔ لامحالہ  
یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہر قوم کے ارادے اور خواہش  
کو اقتدار اعلیٰ یعنی قوانین خداوندی کے تابع کر دیا  
جائے۔ مگر خدا کے نام سے قوموں کو چپڑ اور نفرت  
ہے۔ لہذا دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔  
قوم و وطن کے پجاریوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے۔

۴ اقوام جہاں میں ہر رقابت تو اسی سے  
تسخیر سے مقصود تجارت تو اسی سے  
خالی ہر سد اوقاف سے سیاست تو اسی سے  
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوق خدا یعنی ہر قاسم کے قومیت اسلام کی ہر ملکیتی ہر قومیت  
اس قومیت اور وطنیت کے ایک سیاست

کیا انسانی زندگی کے ہر گوشہ کو حقیقتوں اور صداقتوں سے محروم کر دیا ہے۔ اس نے اللہ کے بندوں کو انسانوں کا بندہ بنا دیا ہے۔ قومیت و وطنیت کے جراثیم دورِ حاضر کی افسانیت کیلئے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہیں۔ خود مفکرینِ یورپ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جب تک اقوامِ عالم قوم و وطن کے بتوں کو اپنے دلوں سے نہیں نکالتیں، اس وقت تک یہ دنیا جہنمِ زار

# شمس الاسلام قارئین کی نظر میں

(بقیہ صفحہ)

جریدہ شمس الاسلام کی تعریف و توصیف میں اجاب کے کثرت سے خطوط دفتر میں موصول ہوتے ہیں۔ جو کہ اکثر دعاؤں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کہ اللہ کریم کارکنان حزب الانصار کو مزید دینی خدمت کی توفیق بخشے۔ اور شمس الاسلام کو علم و عرفان کا شمس بنا کر چمکائے۔ ساتھ ساتھ قوم کی بے حیسی اور دینی رسائل سے بے پروائی کی شکایت ہوتی ہے۔

ادارہ ان اجاب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی معذرت پیش کرتا ہے کہ اکثر توصیفی خطوط شائع نہیں کئے جاتے۔ کیونکہ ان کی بجائے بہتر مضمون طبع ہو جائے تو انسب ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچے (ادارہ)

## مولانا عتیق الرحمن صاحب وق

### چنیوٹ سے تحریر فرماتے ہیں

کہ ”جریدہ شمس الاسلام“ فی الواقع شمس اسلام ہے۔ فرض مسموعی حکایا اور دایات بے لوث جعلی درد و سوز اور غیر مشروع قصور و قصود پاک ہے، موجودہ دور الحاد و کفر میں نمودار دیکھا گیا ہے کہ دنیا کے رسائل کی ایکٹ میں اس شمس ناپاک کی مانگ زیادہ ہوتی ہے۔ کہ جو بے دینی و بدجلی اور عیاشی و فحاشی کا ایک اخلاق سوز مجموعہ ہو۔ مگر مقام سرسے، کہ جریدہ شمس الاسلام ان تمام عرقا فاسو باطل کی ہے، مضامین

مفید و طلبہ کارآمد ہیں۔ تحریکات باطلہ پر تنقید کا اسلوب نہایت جامع اور محققانہ۔ یہ حقیقت ہے کہ ”شمس الاسلام“ اپنی نوعیت میں تعلیمات اسلامیہ اور عقائد متفقہ کی اشاعت کا ایک بہترین ناشر و ترجمان اور مذہب باطلہ کے لئے ایک شمشیر برآں پیش نظر شمارہ میں یہ مضامین (۱) پاکستان میں دینی کتب خانے (۲) لغو توحید (۳) تعلیمات اسلامی (۴) مرزا قادیانی کا مذہب (۵) اکثریت

اور مذہب و اخلاق (۶) فلسفہ اجتماعیت وغیرہ کیسے پاکیزہ، ایمان افروز اور نتیجہ خیز مضامین ہیں۔ اے کاش کہ فرزندان اسلام اس غلط فہمی و بلی جبریدہ کی نشر و اشاعت کی طرف خصوصی توجہ مبذول کریں۔ آمین ثم آمین۔

## محترم امان اللہ خان نضار سپلاں سے تحریر فرماتے ہیں

کہ شمس اسلام قریباً دو سال کے عرصہ میں پاس آئے۔ یہی رسالہ اہل سنت و جماعت کے لئے مشعل ہے۔ اردو خوانوں کی کثیر التعداد اسلام سے ناواقفیت، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس گنج ہائے گراناہ سے مستفید ہوں۔ آپ کا یہ بھاری بھر محض مسلمان بھائیوں کی بہتری اور انکو تعلیم اسلام سے واقفیت دلائیے

اٹھایا ہے اس نیک کام کے صلہ میں اللہ تعالیٰ آپکو اور آپ کے رفقا کو جنت نعیم بخشے۔ آمین۔ آپ کی کمال جہد و محنت ہے کہ شمس الاسلام کا سالانہ چندہ دو سو رسائل کو نسبت بہت تھوڑا ہے۔ مدد فریڈنے والوں میں اتنا شوق نہیں کہ وہ کسی ایسی کتاب کو نہ دیکھیں کہ خریدیں۔ دو سو رسائل مثلاً ڈالمر، نانک بہت اچھی طرح بند کرتے ہیں اور باقی کی طرح بچے بچے فحش کام پر ہاتھ نہیں دھوئے عزوجل

100-46 1/2 1/2 1/2 1/2

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰